قرآنِ مُبین

۲۳ (23)

آسان ترین، واضح اردو ترجمہ

از

ڈاکٹر محمد حسَن
بی۔اے آنرز، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

www.drhasanrizvi.org

باسمہ تعالیٰ

"قرآنِ مُبین"

(مترجم وشارح)

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

بی۔ اے آنرز۔ ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی
"شهادة العلامة معادلة دكتورا" من علماء الازهر
ڈپٹی ڈائرکٹر: اسلامک ریسرچ سنٹر، شاہراہ پاکستان - پروفیسر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔
ڈائرکٹر تصنیف وتالیف: ـــــ "میزان فاؤنڈیشن ـــــ "امام حسینؑ فاؤنڈیشن"

(خصوصیاتِ ترجمہ وشرح)

① ـــــ آسان ترین واضح اُردو ترجمہ۔ روز مرّہ کی بول چال کی زبان میں۔

② ـــــ بڑے بڑے جلی حرُوف میں، نہایت خوبصورت واضح کتابت۔

③ ـــــ ترجمہ اور شرح دونوں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ارشادات کے عین مطابق۔

④ ـــــ احادیث رسولؐ و ائمہؑ معصومین کے مکمل حوالوں کے ساتھ۔

⑤ ـــــ ترجمہ میں معنیٰ اور مفہوم کے تسلسل اور ربط کو برقرار رکھا گیا ہے۔

⑥ ـــــ ترجمہ میں مطلب بندی (پیراگرافنگ) کی گئی ہے تاکہ مفاہیم ومطالب کے سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیدا نہ ہو۔

⑦ ـــــ شرح میں آیات کی مرکزی تعلیمات اور منطقی نتائج سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے تاکہ قرآن پر غور وفکر کرنے کی صلاحیتیں بیدار ہوسکیں۔

⑧ ـــــ شرح میں کسی مسلک کے مسلمان یا غیر مسلمان کی دل آزاری نہیں کی گئی ہے صرف حقائق کو دلائل، حوالوں اور احادیث کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ترجمہ اور شرح تبلیغ کے لئے بے حد مفید ہوگا۔ (انشاءاللہ)

⑨ ـــــ صرف ضروری تشریحات کی گئی ہیں۔ غیر ضروری الجھاؤ اور پھیلاؤ سے گریز کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی کی توجہ قرآن کی مرکزی تعلیمات پر مرکوز رہے اور تفسیر، مناظرہ نہ بن جائے۔

⑩ ـــــ تمام اہم جدید وقدیم، تمام مذاہب کے مفسّرین سے مفید مطلب استفادہ کیا گیا ہے تاکہ مختلف فقہاء، عرفاء اور مفسّرین کی کاوشوں کا بھی علم ہوسکے۔

www.drhasanrizvi.org

اشاریہ پارہ نمبر ۲۳ "ومالی"

(بقیہ سورہ یاسین)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	حبیب نجار کا واقعہ۔ توحید کا سبق۔ خدا کی طرف بلانے والوں کا بہترین انجام	۱۶۰۵
۲	نیکی کی طرف بلانے والوں کا مذاق اُڑانے کا بُرا انجام	۱۶۰۷
۳	خدا کی قدرت اور حکمت کی نشانیاں	۱۶۰۸
۴	خیرات نہ کرنے پر کافروں کا غلط استدلال	۱۶۱۲
۵	قیامت اچانک آجائے گی اور رسولؐ کی تصدیق کرنے اور نہ کرنے کا انجام	۱۶۱۳
۶	دوبارہ زندہ ہونے کی دلیل اور نبیؐ کا شاعر نہ ہونا	۱۶۱۷
۷	جانور خدا کی نعمت ہیں۔ اُن کے فوائد اور انسان کی ناشکری کا عالم	۱۶۱۸

سورہ صافات (قطار در قطار صف باندھنے والی ہستیوں کے ذکر کا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	سرکش شیطانوں پر تیر برسائے جاتے ہیں (شہاب ثاقب کی روحانی توجیہ)	۱۶۲۲
۲	قیامت کا نقشہ اور حضرت علیؑ کی ولایت کی اہمیت	۱۶۲۴
۳	تکبر کا انجام اور خدا کے خالص بندوں کے انعامات	۱۶۲۷
۴	منکرین آخرت کا برا انجام اور مومن پر خدا کی نعمتیں	۱۶۲۹
۵	اندھی تقلید کا بُرا انجام	۱۶۳۱
۶	نوحؑ کا ذکر اور نوحؑ کے شیعہ ابراہیمؑ تھے	۱۶۳۲
۷	حضرت ابراہیمؑ کی بت شکنی کا واقعہ	۱۶۳۴
۸	حضرت ابراہیمؑ کا جذبۂ اطاعت و قربانی	۱۶۳۶
۹	موسیٰؑ اور ہارونؑ کا قصہ اور حضرت الیاسؑ کا ذکر	۱۶۳۸
۱۰	آل یاسین پر سلام اور حضرت لوطؑ اور حضرت یونسؑ کا حال	۱۶۴۰
۱۱	مشرکوں کے غلط شرمناک احمقانہ اوٹ پٹانگ عقیدے اور اُن کا رَد	۱۶۴۲
۱۲	خدا اور رسولؐ کی معرفت	۱۶۴۶

www.drhasanrizvi.org

سورۂ ص (لفظِ "ص" سے شروع ہونے والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	تکبر ضد اور پھوٹ ڈالنے کی مذمت اور اس کے نتائج ۔ ابدی حقیقتوں سے انکار۔	۱۶۴۷
۲	حضرت داؤدؑ کا خدا سے رجوع کرنا اور ان کے فضائل اور امتحان	۱۶۵۱
۳	خلیفۂ خدا کا تقرر خدا کرتا ہے اور اس کے فرائض وخصوصیات	۱۶۵۴
۴	زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی تمام چیزیں بے مقصد نہیں	۱۶۵۵
۵	حضرت سلیمانؑ کے اختیارات اور سورج کو پلٹانا	۱۶۵۶
۶	حضرت ایوبؑ کی دعا اور اس کا قبول ہونا	۱۶۵۹
۷	یادِ آخرت کی اہمیت اور اس کا نتیجہ	۱۶۶۱
۸	متقین کا بہترین انجام اور سرکشوں کا برا انجام	۱۶۶۲
۹	معرفتِ خدا و رسولؐ	۱۶۶۵
۱۰	قصۂ آدمؑ و ابلیس اور ہدایت خدا دیتا ہے اور شیطان گمراہ کرتا ہے	۱۶۶۶

سورۂ زُمر (گروہوں کے ذکر) کا سورہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خدا اور قرآن کی معرفت اور قرآن کا بنیادی پیغام توحید	۱۶۷۰
۲	قدرت و حکمتِ خداوندی	۱۶۷۳
۳	انسانی تخلیق اور خدا کا شکر کو پسند فرمانا	۱۶۷۴
۴	انسان کا کفرِ نعمت اور ہجرت کا حکم	۱۶۷۶
۵	پیغامِ توحید و اطاعت ۔ رسولؐ کا اوّل نمبر کا مسلمان ہونا	۱۶۷۸
۶	ظالموں سے تبرّا اور ہر بات سننے اور سب سے اچھی بات پر عمل کرنے کا حکم۔	۱۶۸۰
۷	سینے کو اسلام کے لئے کھول دینے کا مطلب اور قرآن کے فضائل	۱۶۸۲
۸	فلسفۂ توحید کے سمجھانے کی بہترین مثال	۱۶۸۵

www.drhasanrizvi.org

آخر مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اُس ذات کی بندگی (عاجزانہ اِطاعت) نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور پھر (مجھے اور) تم سب کو اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے[1] (خالق کی بندگی فطرت کا تقاضا ہے، اور جس کے پاس پلٹ کر جانا ہے، اُس کی بندگی عقل کا تقاضا ہے) (۲۲) تو کیا میں اُسے چھوڑ کر دُوسرے ایسے خداؤں کو اِختیار کر لوں کہ اگر خدائے رحمان مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے، تو نہ تو اُن کی سفارش مجھے کوئی فائدہ پہنچائے، اور نہ وہ مجھے (خدائے رحمان سے) چھُڑا سکیں (۲۳) اگر میں اَیسا کروں تو مجھ سے زیادہ کھُلا ہوا گمراہ اِنسان اور کون ہوگا (۲۴) میں نے تو تمھارے پالنے والے

وَمَالِيَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِيۡ فَطَرَنِيۡ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (۲۲)

ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ يُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّيۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا يُنۡقِذُوۡنِ (۲۳)

اِنِّيۡۤ اِذًا لَّفِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ (۲۴)

---

[1] یہ حبیب نجّار کا قول ہے جو دو انبیاء کی مدد کرنے کے لئے بیرون شہر سے لوگوں کو سمجھانے کے لئے آئے تھے کہ "حق کا پیغام لانے والوں کو قتل نہ کرو۔ بلکہ ان کی پیروی کرو"۔ (مجمع البیان)

حبیب نجّار کی تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جب پالنے والا مالک ایک ہے اور وہی داورِ حشر بھی ہے، خالق بھی وہی ہے، مبداء بھی وہی ہے، منتہیٰ بھی وہی ہے تو اسی کی بندگی فطرت سلیم کا اور عقل سلیم کا تقاضا ہوگی

محققین نے لکھا کہ مرد مومن نے یہ سب استدلال اپنے اوپر رکھ کر کیا۔ تاکہ سننے والوں میں اشتعال نہ پیدا ہو، جو غور و تدبر کی راہ میں بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے (تھانوی)۔ فقہا نے لکھا کہ اچھائی کی ترغیب دیتے وقت یا برائی سے روکتے وقت اپنی کسی خوبی کا اظہار کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مقصد کو تقویت پہنچے، خود ستائش مقصود نہ ہو۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

مالک کو دِل سے مان لیا، تم بھی میری بات
سنو اور مان لو ﴿۲۵﴾ (آخرکار اُس آدمی کو اُس کی
قوم والوں نے اُسی وقت قتل کر ڈالا تو) اُس
شخص سے کہا گیا کہ: "داخل ہو جاؤ جنّت میں[1]"۔
اِس پر اُس نے کہا: "کاش میری قوم والے
جانتے ﴿۲۶﴾ کہ میرے پالنے والے مالک نے کس
وجہ سے مجھے معاف کر کے اپنی رحمت سے ڈھک
لیا اور مجھے عزّت والے لوگوں میں سے قرار دے
دیا[2] (معلوم ہوا کہ جو دوسروں کی بھلائی چاہے
لوگوں کی ہدایت کا کام خلوص سے انجام دے
اور انبیاءؑ کی مدد کرے اُس کو خدا کی طرف سے
مغفرت، جنّت، رحمت اور عزّت حاصل ہوتی ہے ﴿۲۷﴾
پھر اِس کے بعد، ہم نے اُس کی قوم پر نہ تو

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾
قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾
بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾
وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ

---

[1] حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "یہ بات اس وقت کہی گئی جب کہ اسے قتل کر دیا گیا، تب بطور بشارت اس سے یہ کہا گیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ اہل جنت میں سے تھا۔ یا اس کے احترام میں کہا گیا۔ کیونکہ اس کے لئے جنت میں داخل ہونے کا اذن تھا" (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۴)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ شہادت کا صلہ یہ ہے کہ شہید کو حساب کتاب کے بغیر فوراً ہی جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے بلکہ اسے عالم برزخ کے انتظار کی بھی زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔ (فصل الخطاب)

***

[2] ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ "اس نے اپنی زندگی اور موت دونوں میں اپنی قوم کو نصیحت کی تھی۔" (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۳ بحوالہ تفسیر الجوامع)

***

www.drhasanrizvi.org

کوئی لشکر آسمان سے اُتارا۔ اور نہ ہمیں کسی لشکر
کے اُتارنے کی کوئی ضرورت تھی (یا) اور نہ ہم
(خواہ مخواہ اِتنے معمولی سے کام کے لئے کوئی) لشکر
اُتارنے والے ہیں[1] ۲۸ بس ایک دھماکا ہوا، جس
سے وہ (سب کے سب) ایک دم سے بُجھ بُجھا کر رہ
گئے (خس کم جہاں پاک) ۲۹ ہائے افسوس اُن بندوں
کے حال پر[2]، کوئی رسولؐ اُن کے پاس نہیں آتا،
مگر یہ کہ وہ اُس کی خُوب خُوب ہنسی اُڑاتے
رہے ہیں ۳۰ کیا اُن (احمقوں) نے نہیں دیکھا کہ
اُن سے پہلے ہم کتنی نسلوں اور قوموں کو (اِسی
جرُم میں) ہلاک و برباد کرچکے ہیں، اور وہ اَب اُن
کے پاس پلٹ کر آنے والے بھی نہیں ہیں ۳۱ اور
وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کئے

السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ۝۲۸
اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۝۲۹
يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۰
اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ
اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۳۱

[1] ظاہر ہے کہ خدا کو عذاب نازل کرنے کے لئے کسی لاؤلشکر یا عالم اسباب کی بھی احتیاج نہیں وہ جب چاہتا ہے فرشتوں کے ذریعے عذاب نازل کرتا ہے اور جب چاہتا ہے بغیر اسباب یا ملائیکہ کے عذاب نازل فرماتا ہے۔ اس سلسلے میں نہ اس نے کوئی عہد کیا ہے۔ نہ کوئی شرط رکھی ہے۔ سوا اس کے کہ حجت تمام کردی جائے۔

***

[2] خدا کا یہ افسوس فرمانا کمال شفقت کے اظہار کے لئے، انسانی محاورہ کے مطابق ہے۔ ورنہ خدا کی ذات ہر قسم کے تاثر یا انفعال سے بلند تر ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

ع وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾
وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا
مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا
فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لا
لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا

ع ۲ ۴۰ ۱

جائیں گے ﴿۳۲﴾ ع

اور اُن کے لئے وہ مُردہ زمین (ہماری قدرت کی) ایک بہت بڑی نشانی اور دلیل ہے، جسے ہم نے (مرنے کے بعد) زندہ کر دیا۔ پھر اُس سے اناج نکالا۔ تو اَب اُسی سے وہ اپنی غذا حاصل کرتے ہیں ﴿۳۳﴾ پھر ہم نے اُسی میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کر دئے، اور اُسی (زمین) میں سے ہم نے چشمے بھی پھوڑ نکالے ﴿۳۴﴾ تاکہ وہ اُس کے پھلوں سے کھائیں۔ جب کہ یہ سب کچھ اُن کے ہاتھوں کا بنایا اور پیدا کیا ہوا نہیں ہے[1] (یا) تاکہ یہ کھائیں اُس کے پھل، اور وہ چیزیں بھی، جو اُن کے اپنے ہاتھ بناتے ہیں (مثلاً مربّے، اچار، روٹی، سالن وغیرہ) اِس کے بعد

[1] خدا کا یہ فرمانا کہ "اس سارے نظام کو ان کے ہاتھوں نے نہیں پیدا کیا" بہت قابل غور ہے۔ ساری دنیا مل کر بھی اگر کوشش کرے کہ زمین کے اندر غلہ کا بیج یا پھل وغیرہ از خود پیدا کر لیں تو یہ ممکن نہیں۔ ان سب نتائج کا ظاہر کرنا قدرت خدا ہی سے ممکن ہے۔ (از ابن عباسؓ و الضحاک از تفسیر روح المعانی)

www.drhasanrizvi.org

یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۵﴾
سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّہَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ
الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾
وَ اٰیَۃٌ لَّہُمُ الَّیۡلُ ۚۖ نَسۡلَخُ مِنۡہُ النَّہَارَ فَاِذَا ہُمۡ
مُّظۡلِمُوۡنَ ﴿ۙ۳۷﴾
وَ الشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ

بھی کیا یہ لوگ شُکرگزار نہیں ہوتے؟! ﴿۳۵﴾

پاک ہے وہ ذات جس نے تمام قسم کے جوڑے پَیدا کئے' چاہے وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود اُن کی اَپنی جِنس میں سے ہوں اور اُن چیزوں میں سے بھی جو وہ (ابھی) جانتے تک نہیں[1] ﴿۳۶﴾

اور اُن کے لئے ایک اور خاص نِشانی (یا) (حقیقت تک پہنچنے کی) دلیل 'رات' ہے۔ جس میں سے ہم دن کو نِکال لاتے ہیں' تو ایک دَم سے اُن پر اندھیرا چھا جاتا ہے ﴿۳۷﴾ اور سورج (بھی ہماری قدرت و حِکمت کی ایک بڑی نشانی اور دلیل) ہے کہ وہ اَپنے ٹِھکانے کی طرف چلتا ہی چلا جا رہا ہے۔ یہ فیصلہ ہے اور بالکل

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "نطفہ آسمان سے زمین کی طرف نباتات پھل اور درختوں پر گرتا ہے۔ پس ان میں سے انسان اور جانور کھاتے ہیں تو وہ ان کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۴ بحوالہ تفسیر قمی)
مطلب یہ ہے کہ انسان کا بدن اور اس کے اجزاء نباتات اور پھل کھانے سے بنتے ہیں اور ایک طویل تبدیلیوں کے بعد اس سے نطفہ بھی بنتا ہے۔ جو حقیقتاً نباتات اور پھلوں ہی سے حاصل ہوتا ہے۔
جدید سائنس کی یہ تحقیق ہے کہ نر و مادہ کا وجود کائنات کی ہر صنف میں موجود ہے۔ نباتات میں بھی اور جمادات میں بھی

***

www.drhasanrizvi.org

ٹھیک اندازے کے ساتھ باندھا ہوا حساب ہے
اُس زبردست طاقت اور عزّت والے کا جو
ہر ہر چیز سے پُوری پُوری طرح واقف ہے ﴿۳۸﴾
اَب رہا چاند، تو اُس کے لئے ہم نے منزلیں مقرّر
کردی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ پلٹتا ہے اَیسی صورت
میں کہ جیسے کوئی پُرانی ٹہنی ہو (یا) یہاں تک
کہ وہ (چاند اِن منزلوں سے گزرتا ہوا) کھجور کی
سُوکھی شاخ کی مانند ہو کر رہ جاتا ہے ﴿۳۹﴾ غرض
نہ تو سُورج کے بس میں ہے کہ وہ چاند کو
جا پکڑے، اور نہ رات، دِن سے آگے نِکل سکتی
ہے۔ اور پھر سَب کے سَب ایک خاص مَداریا
حلقے (ORBIT) کے اندر تَیر رہے ہیں[۱] ﴿۴۰﴾
اور اُن کے لئے ہماری قُدرت کی ایک اور

لْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۳۸﴾
وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ
الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾
لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا
الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

[۱] شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا "ہر ستارہ ایک ایک گھیرا رکھتا ہے۔ اسی راہ پر تیرتا ہے۔ معلوم ہوا ستارے آپ چلتے ہیں یہ نہیں کہ آسمان پر گڑے ہوں اور آسمان چلتا ہو۔ نہیں تو تیرنا نہ فرماتے۔ (موضح القرآن)

یاد رہے کہ اس زمانے کے ہیت داں یہی سمجھتے تھے کہ ستارے آسمان میں جڑے ہوتے ہیں اور آسمان گردش کرتے ہیں۔ اس لئے اپنی نصابی تعلیم کے بندھن سے آزاد ہو کر الفاظ قرآنی سے استفادہ کرنا یقیناً آزاد ذہن سے سوچنے کی علامت ہے۔ (فصل الخطاب)

یاد رہے کہ تقویم اسلامی کے اعتبار سے رات دن پر مقدم ہے۔ چاند کی تاریخیں سورج غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ (جصاص)

***

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾
وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾
وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾
اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا

دلیل یا نشانی یہ ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا ﴿۴۱﴾ اور پھر اُن کے لئے اُسی کی طرح کی اور چیزیں بھی پیدا کر دیں، جن پر یہ سوار ہوتے رہتے ہیں[1] ﴿۴۲﴾ اَب اگر ہم چاہیں تو اُن کو ڈبو کر رکھ دیں۔ پھر نہ تو کوئی اُن کی فریاد کو پہنچنے والا ہوگا، اور نہ وہ چھڑائے یا بچائے ہی جا سکیں گے ﴿۴۳﴾ بس یہ ہماری رحمت ہی تو ہے جو اُنھیں پار لگاتی ہے اور ایک وقتِ خاص تک زندگی سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دے دیتی ہے ﴿۴۴﴾

اُن لوگوں سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ بچو اور ڈرو اُس انجام سے جو تمھارے آگے آگے آرہا ہے، اور تمھارے پیچھے بھی گزر چکا ہے۔

---

[1] بعض مفسرین نے بھری ہوئی کشتی سے مراد کشتی نوح لی ہے۔ اور "اسی طرح کی اور چیزوں" سے دوسری کشتیاں اور جہاز مراد لئے ہیں۔ (جلالین وتبیان)

لیکن زیادہ واضح تفسیر یہ ہے کہ کشتی سے مراد کشتیاں ہیں (مجمع البیان)۔

"اور اسی طرح کی چیزوں" سے مراد دوسری سواریاں ہیں چاہے وہ زمین پر ہی چلنے والی کیوں نہ ہوں (تفسیر علی ابن ابراہیم)

"پھر ان کے لئے اسی (کشتی) جیسی چیزیں (اور بھی) پیدا کیں"۔ "اسی جیسی چیزوں" میں بڑی وسعت ہے۔ اسٹیمر کروزر، آبدوزیں غرض ہر قسم کی بحری بری ہوائی سواریاں سب اس میں شامل ہیں (جصاص، روح، قرطبی)

***

www.drhasanrizvi.org

خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾
وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ
اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

(یعنی جو انجام تمہارے پچھلے لوگ دیکھ چکے ہیں[1]) تاکہ شاید (اِس طرح) تم پر رحم کیا جائے (تو یہ اُس کو سُن کر اَن سُنی کر دیتے ہیں) ﴿۴۵﴾ غرض اُن کے سامنے اُن کے پالنے والے مالک کی نشانیوں، دلیلوں اور آیتوں میں سے جو نشانی دلیل یا آیت اُن کے پاس آتی ہے، تو یہ اُس سے اپنا مُنہ پھیر لیتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس میں سے کچھ خیرات بھی تو کرو جو کچھ کہ اللہ نے تمھیں دیا ہے، تو اُس وقت وہ کافر، ایمانداروں سے کہتے ہیں "کیا ہم اُن کو کھلائیں جنھیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ تم تو بالکل ہی بہک کر بھٹک گئے ہو[2] (یا) تم نہیں ہو مگر کھلی ہوئی گمراہی

[1] "جو تمہارے آگے ہے" سے مراد وہ عذاب ہیں جو پچھلی امتوں پر آچکے ہیں اور ان سے ڈرنا یہ ہے کہ تم ویسے اعمال نہ کرو۔ اور "جو تمہارے پیچھے ہے" سے مراد آخرت ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "جو آگے ہے" سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا کرنا پیشِ نظر ہے۔ اور "جو تمہارے پیچھے ہے" سے مراد وہ سزا ہے جو ان گناہوں پر مرتب ہوگی۔" (مجمع البیان)

***

[2] اس منطق کو یوں بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ اگر اللہ کو ان غریبوں کا پیٹ بھرنا منظور ہوتا تو خود بھرتا۔ ہم ان کا پیٹ کیوں بھریں؟ مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ خدا نے ہی ہمیں مال دیا ہے اور اس کے فاضل حصے میں ان کا حق مقرر فرمایا ہے اور ہمیں اسی بات کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے کہ ہم خدا کی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں۔ (تفسیر تبیان و فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۸﴾
مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ
يَخِصِّمُونَ ﴿۴۹﴾
ع ۳ ۸ ۲ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۰﴾ ع
وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ
يَنسِلُونَ ﴿۵۱﴾

ہیں" ۴۷ پھر کہتے ہیں کہ "آخر یہ قیامت کی
دھمکی کا وعدہ کب پورا ہو گا؟ بتاؤ اگر تم سچے
ہو" ۴۸ (اصل میں) یہ جس چیز کا انتظار کر رہے
ہیں، وہ تو بس ایک 'دھماکا' ہے جو ایک دم
سے اُنھیں ٹھیک اُس حالت میں پکڑ لے گا جب
یہ (اَپنے دُنیوی معاملات میں ایک دوسرے سے
خُوب) لڑجھگڑ رہے ہوں گے ۴۹ اُس وقت تو یہ
وصیّت تک نہ کر سکیں گے اور نہ ہی اَپنے
گھروں ہی کو پلٹ سکیں گے[۱] ۵۰ ع
پھر جب صور پھُونکا جائے گا تو ایک دم
سے وہ اَپنی اپنی قبروں سے (نکل کر) اپنے پالنے
والے مالک کی طرف دوڑ پڑیں گے ۵۱ اور کہیں گے
کہ: "وائے ہو ہماری حالت پر، کیا بُرا حال ہے

[۱] یہ واقعہ آخری زمانے میں ہو گا۔ جب کہ بازاروں میں جھگڑے ہو رہے ہوں گے یکایک ایک چیخ کی آواز آئے گی تو سب کے سب اپنی اپنی جگہ ہی پر مرجائیں گے۔ ان میں سے کوئی بھی نہ تو اپنے گھر لوٹ سکے گا اور نہ کوئی وصیت کر سکے گا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۴۴ بحوالہ تفسیر قمی)

رسول خداؐ نے فرمایا کہ "قیامت اس طرح آئے گی کہ دو آدمیوں نے ایک کپڑا پھیلا رکھا ہو گا اور وہ ایک دوسرے سے خرید و فروخت کر رہے ہوں گے۔ وہ ابھی معاملہ طے بھی نہ کر پائیں گے کہ قیامت آ جائے گی ایک شخص لقمہ اٹھائے گا کہ منہ میں رکھے ابھی اس کا لقمہ منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت آجائے گی۔ ایک شخص حوض پر آ کر کھڑا ہو گا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائے۔ ابھی وہ پانی نہ پلا چکا ہو گا کہ قیامت آجائے گی (تفسیر مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾

ہمارا۔ آخر یہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اُٹھا دیا؟ یہ تو وہی چیز ہے جس کا خدائے رحمان نے وعدہ کیا تھا۔ اور رسولوںؑ نے سچ سچ بتایا تھا ﴿۵۲﴾ غرض کہ ایک زوردار آواز یا جھڑکی ہوگی جس کے بعد ایک دم سے وہ ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے ﴿۵۳﴾ آج کسی پر کچھ ظلم یا کمی نہ کی جائے گی اور تمھیں وہی بدلہ دیا جائے گا جیسے کام تم کرتے رہے ہو (یا) آج کسی کے حق میں کوئی کمی نہ ہوگی اور نہ تمھیں کوئی سزا ملے گی، سوا اُس کے جو کام تم کرتے تھے[1] ﴿۵۴﴾

حقیقتاً آج جنّتی لوگ اپنے مزیدار مشغلوں میں خوش و خُرّم اور مست و مگن ہوں گے[2] ﴿۵۵﴾

اور اُن کی بیویاں گھنے، سرسبز و شاداب سایوں

[1] یاد رہے کہ تمام پیغمبروں نے حشر و نشر کی یہی کیفیت بتائی ہے۔ جسے تمام مسلمان مانتے ہیں۔ رہے ترقی پسند آزاد ذہن کے مفکرین جو اپنا تصور جزا و سزا پیش کرتے ہیں وہ انبیاءؑ کی تعلیم کے بہرحال خلاف ہے۔ جو ان کی اپنی فکر ہے (فصل الخطاب)۔

***

[2] شغل یا مشغلہ میں ہر دل پسند کام آجاتا ہے (راغب)۔ انسان کے دل پسند مشغلوں کی کوئی حد و شمار نہیں۔ اور لفظ شغل کے صیغہ نکرہ سے مقصد لذتوں کی وسعت اور اہمیت کا اظہار ہے (روح)۔

***

www.drhasanrizvi.org

ہیں ہوں گی، مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے ﴿۵۶﴾
اُن کے لئے اُس میں ہر قسم کے پھل ہوں گے۔
جو کچھ بھی وہ طلب کریں گے اُن کے لئے حاضر
ہو گا[1] ﴿۵۷﴾ مزید یہ کہ پالنے والے اور رحم کرنے
والے مالک کی طرف سے اُن پر سلام ہو گا[2] ﴿۵۸﴾
اور اَے گناہگارو! تم اُن سے الگ ہو
جاؤ ﴿۵۹﴾ اَے آدمؑ کی اولادو! میں نے تم سے
پہلے ہی یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان
کی بندگی (اطاعت) نہ کرنا۔ یقیناً وہ تمھارا
کھُلا دشمن ہے ﴿۶۰﴾ اور بس میری ہی بندگی کرو۔
یہی سیدھا راستہ ہے ﴿۶۱﴾ مگر اِس کے باوجود اُس
نے تم میں کے بڑے گروہ کو گمراہ کرکے ہی
چھوڑا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے ﴿۶۲﴾ لو یہ

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ
مُتَّكِــُٔوْنَ ﴿۵۶﴾
لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾
سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿۵۸﴾
وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾
اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا
الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۶۰﴾
وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾
وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا
تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

---

[1] "جو وہ طلب کریں" میں ہر قسم کی جسمانی، دماغی، روحانی غرض ہر ممکن لذت راحت مسرت نعمت شامل ہو گئی۔ اہل جنت جو کچھ بھی چاہیں گے ان کے لئے موجود ہو گا۔ (معالم)۔

***

[2] مطلب یہ ہے کہ ایک بات تو اللہ کی طرف سے ان کے حق میں کہی جائے گی۔ یعنی خدا خود ان پر سلام فرمائے گا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۴)

اہل جنت کا یہ انتہائی اکرام ہے۔ عزت و احترام کا اس سے بڑا درجہ ممکن ہی نہیں۔ اللہ ملائیکہ کے واسطے سے بھی ان کو سلام بھیجے گا اور بلاواسطہ بھی (تفسیر کبیر و کشاف)

***

www.drhasanrizvi.org

وہی دوزخ ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا (۶۳)
اَب اِس کا ایندھن بنو، اُسی کفر و اِنکار کی
سزا میں جو تم دُنیا میں کیا کرتے تھے (۶۴) آج
ہم اُن کے ہونٹوں پر تو مُہر لگا دیں گے۔ مگر
اُن کے ہاتھ ہم سے بولیں گے۔ اور اُن کے پاؤں
گواہی دیں گے کہ یہ دُنیا میں کیا کمائی کرتے
رہے ہیں[1] (۶۵)
اگر ہم چاہتے تو اُن کی آنکھوں کو ناپَید
کر دیتے۔ پھر وہ اگر دوڑ کر راستہ بھی چلنا
چاہتے تو اُنھیں کہاں سے راستہ سُجھائی دیتا؟ (۶۶)
ہم اگر چاہیں تو اُن کو اُن کی اپنی جگہ ہی پر
اَیسا مسخ کرکے رکھ دیں کہ پھر یہ نہ تو آگے
کی طرف چل سکیں، اور نہ پیچھے پلٹ سکیں[2] (۶۷)

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۶۳)
اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (۶۴)
اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ
وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۶۵)

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ
فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ (۶۶)
وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا
مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ (۶۷) ع ۴

---

[1] اب یہ گواہی کس طرح کی ہو گی۔ ممکن ہے کہ اگر اس میں آواز پیدا ہو جائے یا وہ عمل پھر کرکے دکھایا جائے۔ یا اس کی فلم دکھائی جائے۔ ان میں سے ہر بات ممکن ہے۔ اس کی کیفیت کے بارے میں یقینی طور پر کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ (مجمع البیان۔ تبیان)

* * *

[2] مطلب یہ ہے کہ حکمت الہیٰ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آخری اور ممکن عذاب آخرت ہی میں ہو گا۔ ورنہ دنیا میں بھی سزا دینے کے مختلف طریقے ممکن تھے۔ جن کا ذکر یہاں کیا گیا (مجمع البیان)

* * *

www.drhasanrizvi.org

(مثلاً) جس شخص کو ہم لمبی عُمر دے دیتے ہیں،
اُس کی ساخت اور خلقت کو ہم اُلٹ دیتے ہیں
(یعنی اُس کی حالت بچّوں کی سی کر دیتے ہیں)
تو کیا تم عقل سے کام ہی نہ لوگے؟ (کہ جب ہم
زندگی میں ہی اس کو لَوٹا دیتے ہیں، تو کیا
مرنے کے بعد نہیں لَوٹا سکتے؟)[۱] ۶۸
اور ہم نے اپنے نبیؐ کو شاعری (لغو گوئی)
نہیں سکھائی ہے۔ اور نہ شاعری کرنا (خیالی
پلاؤ پکانا) اُن کو زیب دیتا ہے۔ یہ (قرآن) تو
ایک نصیحت[(۱)] (یعنی) تمھاری بھلائی چاہنا ہے اور
یاد دہانی[(۲)] ہے اور صاف[(۳)] صاف پڑھی جانے والی
کتاب ہے[۲] ۶۹ تاکہ[(۴)] رسولؐ اُس کو ڈرائیں (سمجھائیں)
جس میں زندگی ہو۔ اور حُجت[(۵)] تمام ہو جائے

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ۶۸
وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ
وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ۶۹
لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۷۰

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ دیکھو جوانی کے بعد بڑھاپا آتا ہے۔ اور انسان کی طاقتیں کمال کی منزل پر پہنچ کر روبہ زوال ہو جاتی ہیں۔ جب خدا اس پر قادر ہے تو موت کے بعد زندگی دینے پر بھی قادر ہے (جلالین)

دہریوں کا تصور یہ ہے کہ مادے کے اجزاء ہی ہیں جن کے ملنے جلنے سے کائنات از خود پیدا ہو گئی ہے۔ یہی فلسفہ ڈارون کے فلسفہ نشو و ارتقاء کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سوال یہ ہے کہ اگر مادّہ کی فطرت ہی صرف ارتقاء ہے تو انسان جوانی کے بعد بوڑھا کیسے ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ ارتقاء مادّے کا فطری فعل نہیں بلکہ کسی کا فیض و عطا ہے۔ وہی خدا جب چاہتا ہے ارتقاء کو سلب کر لیتا ہے (فصل الخطاب)

***

[۲] مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسولؐ کو شاعری نہیں سکھائی اس لئے کہ اگر ہم انہیں شاعری کا ملکہ عطا کر دیتے تو تمہیں یہ شبہ ہوتا کہ اپنے اسی ملکہ کے زور پر قرآن لکھ لائے ہیں یہ شاعری کا سلیقہ ہے جو قرآن کی شکل میں بول رہا ہے۔ (تبیان)

لیکن یہ بات ثابت ہے کہ رسول خداؐ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

حق کے مُنکروں (کافروں) پر (یا) اور کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو جائے[1] (۷۰)

کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے اُن کے لئے جانوروں مویشیوں کو پیدا کیا اور اب یہ اُن کے مالک بنے بیٹھے ہیں (۷۱) ہم ہی نے اُن جانوروں کو اُن کے قابو میں دے دیا ہے۔ تو اُن میں سے کچھ تو اُن کی سواری[1] کے کام آنے والے ہیں اور کچھ ہیں جو اُن کی غذا[2] ہیں (۷۲) اور اُن کے لئے اُن میں مختلف[3] فائدے کی چیزیں اور پینے[4] کی چیزیں بھی ہیں۔ پھر کیا یہ شُکر نہیں کرتے ؟! (۷۳) (یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی) اُنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور بہت سے خدا بنالئے کہ شاید (اُن سے

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾
وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾
وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾
وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

اشعار سنتے تھے اور اچھے شعر کہنے کی ترغیب بھی دیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اس آیت سے فن شعر کی تنقیص مقصود نہیں۔ بس مقصد صرف یہ ہے کہ کیونکہ قرآن کی فصاحت بلند ترین نقطہ پر ہے اس لئے کہیں لوگوں کو شبہ نہ ہو کہ قرآن آپؐ کے ملکہ شاعری کا نتیجہ ہے۔ (مجمع البیان ۔ فصل الخطاب)

غرض شعر سے یہاں مراد جھوٹی خیال آرائیاں، حقیقت سے بہت دور کی منصوبہ بندیاں، خیالی پلاؤ اور شیخ چلی کے منصوبے اور جھوٹی کہانیاں ہیں (راغب، روح)

***

[1] حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ اس آیت میں زندہ سے مراد عاقل انسان ہے (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۵ بحوالہ تفسیر مجمع البیان) اس سے مراد مومن بھی ہے کیونکہ زندہ حقیقتاً وہی ہے جس کا دل ایمان کے ذریعے زندہ ہو (تفسیر قمی)

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق (جس کا دل عشق خدا سے زندہ ہو جاتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا)۔

***

www.drhasanrizvi.org

يُنْصَرُونَ ﴿٧٤﴾
لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ
مُحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾
فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا
يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾
أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا
هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ﴿٧٧﴾
وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِ
الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾

اُنھیں) مدد مل سکے ﴿۷۴﴾ وہ اُن کی کوئی مدد نہیں کر سکتے جب کہ اُن کی پوری کی پوری فوج اُن کے لئے موجود ہے[1] ﴿۷۵﴾ خیر یہ جو باتیں بنا رہے ہیں وہ تمھارے لئے رنج کا سبب نہ بنیں (اس لئے کہ) حقیقتاً یہ جو کچھ بھی چھپاتے ہیں یا جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، ہم اُسے خُوب جانتے ہیں[2] ﴿۷۶﴾

کیا آدمی نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اُسے ایک ٹپکے ہوئے قطرے سے پیدا کیا اور پھر وہ ایک کھلا ہُوا جھگڑالو (اِنسان) بن کر کھڑا ہو گیا؟ ﴿۷۷﴾ اَب وہ ہم پر مثالیں کَس رہا ہے اور خود اپنی پیدائش ہی کو بُھلا بیٹھا ہے۔ کہتا ہے "اِن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ حالانکہ وہ

---

[1] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "اسکا مطلب یہ ہے کہ ان کے جھوٹے خدا ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور وہ گروہ کے گروہ ان خداؤں کے پاس حاضر رہتے ہیں اور یہ سب ان ہی کے پیچھے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۵ بحوالہ تفسیر قمی)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ جب وہ کفار توحید اور خدا تک کے لئے احمقانہ باتیں کرتے ہیں، تو پھر اگر وہ آپؐ کو شاعر کہہ دیں تو اس پر کڑھنے یا افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ (روح)

***

www.drhasanrizvi.org

گل سڑ گئی ہوں گی؟" (۷۸) کہئے کہ انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلے پہل پیدا کیا تھا۔ (کیونکہ) وہ پیدا کرنے کے ہر کام کو خوب اچھی طرح جانتا ہے[1] (۷۹) وہی (خدا) تو ہے جس نے تمھارے لئے ہرے بھرے سرسبز درخت سے آگ (جیسی چیز) پیدا کر دی۔ اور تم ایک دم سے اُسے سُلگا کر بھڑکا لیتے ہو (یا) اور تم اُس سے یکایک اپنے چولھے سُلگا لیتے ہو[2] (۸۰) کیا وہ (خدا) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اِس بات پر قادر نہیں کہ اُن جیسے اور لوگ پیدا کر دے؟ کیوں نہیں۔ جب کہ وہ بہت پیدا کرنے والا بھی ہے اور بڑا جاننے والا بھی (۸۱) وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کا کام

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (۷۹)
الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ (۸۰)
أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ (۸۱)
إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (۸۲)

---

[1] مطلب یہ ہے کہ جو خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے تخلیق کی ابتدا کر سکتا ہے۔ اس کے لئے دوبارہ پیدا کرنا کون سی مشکل بات ہو سکتی ہے (جصاص)

***

[2] مرخ اور عفار ایسے درخت ہیں کہ اگرچہ ان میں سے پانی ہی کیوں نہ بہہ رہا ہو لیکن اگر ایک دوسرے سے رگڑ کھا جائیں تو ان میں آگ پیدا ہو جاتی ہے (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۵)

مرخ اور عفار کے یہ درخت عرب میں پائے جاتے ہیں (تفسیر قمی)

غرض جو درخت میں رطوبت سے آگ پیدا کر سکتا ہے اس کے لئے جمادات میں زندگی پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

بس یہ ہوتا ہے کہ اُسے حکم دیتا ہے کہ 'ہوجا'
اور وہ ہو جاتی ہے[1] ﴿۸۲﴾ غرض ہر نقص اور عیب
سے پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز
کا مکمّل اِقتدار ہے اور اُسی کی طرف تم پلٹائے
جانے والے ہو ﴿۸۳﴾ ع

آیات ۱۸۲ سورۂ صافات مکیّ رکوعات ۵

(قطار در قطار پورے پورے طور پر صف باندھنے
والی ہستیوں کے ذکر والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب
کو فیض اور فائدے پہنچانے والا بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○

قسم ہے قطار در قطار پُورے پُورے طور پر
صف باندھنے والی ہستیوں کی ﴿۱﴾ پھر اُن کی قسم

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡہِ
تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾ ع

اٰیَاتُہَا ۱۸۲ (۳۷) سُوۡرَۃُ الصّٰٓفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ رُکُوۡعَاتُہَا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾

---

[1] یعنی خدا خلّاق مطلق ہے۔ محض اپنے ارادے سے معدوم چیز کو موجود کر دینے والا ہے۔ اسے نہ مادہ کی حاجت ہے اور نہ روح کی، نہ ہیولیٰ کی اور نہ کسی اور چیز کی، یہ محض انتہائی سرعت سے چیزوں کے ہو جانے کا بیان ہے۔ مطلب یہ نہیں کہ ہر تخلیق کے موقع پر خدا کُن کُن یعنی ہو جا ہو جا، ہو جا فرماتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو یہ بھی ایک احتیاج ہو گی جو نقص ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

جو شِدّت کے ساتھ ڈانٹنے پھٹکارنے والے (فرشتے)
ہیں[1] ② پھر اُن کی قسم جو ذِکرِ الٰہی کی تلاوت
کرنے والے (یا) نصیحت سُنانے والے ہیں[2] ③ کہ
یقیناً تمھارا خدا صرف ایک ہی ہے ④ جو زمین
آسمانوں اور اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کا
مالک ہے اور تمام مَشرِقوں کا پالنے والا مالک
ہے[3] ⑤ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے نیچے والے دُنیا
کے آسمان کو ستاروں سے سجا بنا کر خُوب
آراستہ پیراستہ کر رکھا ہے ⑥ اور ہر سَرکش شیطان
سے اُس کو محفوظ بھی کر دیا ہے ⑦ اَب یہ
شیاطین عالمِ بالا کی باتوں کو نہیں سُن سکتے
(کیونکہ) اُن پر ہر طرف سے تِیر برسائے جاتے
ہیں (یا) ہر طرف سے بھگانے کے لئے وہ مارے

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿٢﴾
فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿٣﴾
اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ
الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾
اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۣ الْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾
وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾
لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ

---

[1] "زاجرات" کے معنی ہیں ڈانٹنے والے اکثر مفسرین کے نزدیک یہ فرشتوں کی صفت ہے جو بادلوں کو ڈانٹ کر ہنکاتے ہیں اور شیطان کو جھڑکتے رہتے ہیں ۔ (لغات القرآنی نعمانی جلد ۳ صفحہ ۱۳۰)

***

[2] یہ اوصاف جن کی قسم کھائی گئی ہے بظاہر فرشتوں کے اوصاف ہیں جو کائنات کے انتظامات پر مامور ہیں ۔ مگر ہماری قدیم تفسیروں میں اس سے مراد انبیاء مرسلین اور ائمہ اہلبیت کی ارواح بھی ہیں جو عبادت الٰہی میں صف بستہ رہتے ہیں ۔ اور برائی سے روکنے کے لئے ضرورتاً ڈانٹ ڈپٹ سے بھی کام لیتے ہیں (مجمع البیان)

***

[3] "تمام مشرقوں کو پالنے والا مالک" کہنا پرانے مفسرین کے لئے ایک مشکل مسئلہ تھا ۔ انہوں نے لکھا کہ موسموں کے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

پیٹے جاتے ہیں ⑧ اور یہ اُن کے دفع کرنے
کے لئے لازمی اور مسلسل سزا ہے ⑨ سوا اُس
کے جو وہ (کوئی راز) ایک دَم سے اُچک لے
جائے تو ایک تیز بھڑکتا شعلہ یا ٹوٹا ہوا تارا اُس
کا پیچھا کرتا ہے[1] ⑩

اُن سے پوچھو کہ وہ خِلقت میں زیادہ
طاقتور ہیں یا وہ چیزیں جو ہم نے پیدا کی ہیں؟
اِن کو ہم نے لیس دار مٹّی (جیسی معمولی چیز)
سے پیدا کیا ہے ⑪ آپؐ تو اس پر حَیران ہیں
مگر وہ (ہمارا) مذاق اُڑا رہے ہیں (یا) آپؐ
تو (خدا کی قدرت کے کرشموں پر) حیران ہیں
اور یہ (احمق) اُس کا مذاق اُڑا رہے ہیں ⑫
اُن کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھ کر نہیں دیتے

كُلِّ جَانِبٍ ⑧
دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ⑨
اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ
ثَاقِبٌ ⑩
فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا
خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪
بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫
وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ⑬

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

اختلاف کے ساتھ مختلف نقطوں سے سورج کے طلوع ہونے کے مقامات مراد ہیں ۔ (جلالین) مگر اب جب کہ ثابت ہو چکا ہے کہ لاکھوں کروڑوں آفتاب ہیں جو اپنے اپنے نظام کے اندر طلوع و غروب ہو رہے ہیں تو اب مشرقوں کی کثرت کا تصور بالکل واضح ہو گیا ۔ (فصل الخطاب)

***

[1] اجمالی طور پر قرآن کا مفہوم یقینی درست ہے لیکن اس کی تفصیلی حقیقت اور کیفیت کا سمجھنا ہمارے بس کی بات معلوم نہیں ہوتی ۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ (١٤)
وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (١٥)
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (١٦)
اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ (١٧)
قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ (١٨)
فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ (١٩)
وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ (٢٠)

(یا) جب اِن کو نصیحت کی جاتی ہے تو یہ اُس کا اثر نہیں لیتے[1] (١٣) اور جب کوئی دلیل، نشانی، آیت یا مُعجزہ دیکھتے ہیں تو اُس کی ہنسی اُڑاتے ہیں[2] (١٤) اور کہتے ہیں کہ "یہ تو کُھلا ہوا جادو ہے (١٥) بھلا یہ کہیں ہو سکتا ہے کہ جب ہم مر سَڑ کر مٹّی ہڈّی ہو کر رہ جائیں گے، تو پھر زندہ کر کے اُٹھا کھڑے کئے جائیں؟ (١٦) تو کیا ہمارے پہلے کے باپ دادا بھی (اُٹھا کھڑے کئے جائیں گے)؟" (١٧) کہئے کہ ہاں۔ اور تم ذلیل وخوار بھی ہو کر رہو گے (١٨) بس ایک جھڑکی یا نعرہ ہو گا جس کے بعد اچانک وہ (سب کچھ) دیکھ رہے ہوں گے (١٩) اور کہہ رہے ہوں گے: "وائے ہو ہم پر، ہائے ہماری کم بختی، یہ تو بدلہ کا دن ہے!" (٢٠)

---

[1] یعنی اے رسول آپؐ کو اس بات پر تعجب اور حیرت ہو رہی ہے کہ یہ لوگ مر کر زندہ ہونے کا انکار کر رہے ہیں۔ یعنی خدا کی قدرت کے انکار پر کتنے دلیر ہیں (قرطبی)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ابدی حقائق خاص کر مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے امکان پر عقلی دلائل دیئے جاتے ہیں تو یہ لوگ کٹ حجتی اور تکذیب کرتے ہیں اور جب نبوت کے ثبوت میں کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

(ہاں) یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا
کرتے تھے (۲۱) ع (حکم ہوگا) گھیر لاؤ سب ظالموں
اور اُن کے ساتھیوں کو[1] اور اُن خداؤں کو
بھی جن کی وہ خدا کو چھوڑ کر بندگی اور پوجاپاٹ
کیا کرتے تھے[1] (۲۲) پھر اُن کو جہنّم کا راستہ دکھاؤ (۲۳)
اور ذرا اُنھیں ٹھہراؤ تو سہی ابھی تو اُن سے
پُوچھ گچھ بھی ہونی ہے[2] (۲۴) کیا ہو گیا تمھیں[1] اَب
کیوں ایک دُوسرے کی مدد نہیں کرتے ؟ (۲۵)
بلکہ وہ تو (شرمندگی سے) سَر جھکائے ہوئے ہیں (۲۶)
اِس کے بعد وہ ایک دُوسرے کی طرف مُڑے
اور ایک دُوسرے سے سوال کرتے ہوئے (۲۷)
(اَپنے سرداروں سے) بولے: "تمھیں (کم بخت) ہی
تو تھے جو ہمارے پاس داہنی طرف سے آتے

ع‌ ۵ (۴۱)

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۲۱﴾
اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا
يَعْبُدُونَ ﴿۲۲﴾
مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿۲۳﴾
وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ﴿۲۴﴾
مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿۲۵﴾
بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۲۶﴾
وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۷﴾
قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿۲۸﴾

---

[1] "اور جن لوگوں نے ظلم کیا" سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے آلِ محمدؐ کا حق غصب کیا۔ اور "ازواجہم" سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کی مانند ہیں (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۶ بحوالہ تفسیر قمی)

***

[2] حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "کوئی انسان ایک قدم بھی نہ اٹھائے گا جب تک اس سے ان چار باتوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے (۱) جوانی کس طرح گزاری (۲) عمر کن کن کاموں میں گزاری (۳) مال کہاں کہاں سے جمع کیا (۴) اور ہم اہل بیتؑ رسول کی محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا" (علل الشرائع - تحف العقول - امالی، عیون اخبار الرضا)

رسول خداؐ نے فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان سے حضرت علیؑ کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۶ بحوالہ تفسیر قمی)

***

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۲۹
وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝۳۰
فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۝۳۱
فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۝۳۲
فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝۳۳
اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۳۴
اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ
يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۳۵

تھے[۱]" ۲۸ وہ جواب دیں گے: "ایسا نہیں۔ بلکہ
تم خود ایمان لانے کے لئے تیار نہ تھے ۲۹ ہمارا
تم پر کوئی زور تو نہ تھا۔ بلکہ تم خود ہی بڑے
سرکش لوگ تھے ۳۰ آخرکار ہم پر ہمارے پالنے
والے مالک کی بات پوری ہو کر ہی رہی کہ
اَب ہم (خدا کی سزا کا) مزہ چکھنے والے ہیں ۳۱
غرض ہم نے تمھیں بہکایا اور حقیقتاً ہم تو خود بھی
بہکے ہوئے تھے" ۳۲ اِس طرح وہ سَب کے سَب
اُس دن عذابِ اِلٰہی میں ایک دُوسرے کے
ساتھ شریک ہوں گے[۲] ۳۳ یقیناً ہم ایسا ہی کرتے
ہیں مُجرم گُناہگاروں کے ساتھ ۳۴
یہی وہ لوگ تھے کہ جب اِن سے کہا جاتا
تھا کہ: "اللہ کے سِوا کوئی خدا نہیں ہے" تو یہ

---

[۱] داہنی طرف سے آنے کے معنی عربی محاورہ میں ہر طرح کا زور دینا اور دباؤ ڈالنا ہوتا ہے۔ یعنی تم ہم کو گمراہ کرنے پر ہر طرح کا زور خرچ کرتے تھے ہر طرح ہم کو گمراہی کے راستے پر ڈالنے کی پوری پوری کوشش کرتے تھے (مدارک، بیضاوی، ابن قتیبہ، قرطبی، راغب)

***

[۲] محققین نے اس آیت سے انسان کو فاعل مختار ثابت کیا۔ امام رازی نے لکھا کہ اگر ہر گمراہ ہونے والے کی پوری ذمہ داری گمراہ کرنے والے پر ڈال دی جایا کرے اور اس کو اصول مان لیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی قابل سزا نہ رہے گا۔ اس لئے کہ اس گمراہ کرنے والے کو بھی تو کسی اور نے گمراہ کیا ہوگا۔ اس طرح ذمہ داری ایک دوسرے پر سے برابر ہٹتی ہی چلی جائے گی۔ (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

تکبّر کیا کرتے تھے (۳۵) اور کہتے تھے کہ: "کیا ہم
اَپنے خداؤں کو ایک دِیوانے شاعر کی خاطر
چھوڑ بیٹھیں[۱]؟" (۳۶) حالانکہ وہ (رسولؐ) حق اور
سچّی بات کے ساتھ آیا تھا۔ اور اُس نے تو پیغمبروںؑ
کی سچّائی کو بھی ثابت کیا تھا (۳۷) اَب تم لازمی
طور پر سخت تکلیف دینے والی سزا کا مزہ چکھنے
والے ہو (۳۸) اور جو بدلہ بھی تمھیں دیا جا رہا
ہے، وہ صرف اُنھیں کاموں کا (بدلہ) ہے جو تم
کیا کرتے تھے (۳۹) سِوا اللہ کے خالص نکھارے
ہوئے بندوں کے (۴۰) اُن کے لئے تو جانا بوجھا
معیّنہ رِزق ہے (۴۱) ہر طرح کی لذیذ چیزیں اور
پھل[۲]، وہ بھی عزّت و احترام کے ساتھ نوازے
ہوئے (۴۲) جنّت کے نعمت بھرے سرسبز و شاداب

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا۟ ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍۭ ﴿۳۶﴾
بَلْ جَآءَ بِٱلْحَقِّ وَصَدَّقَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿۳۷﴾
إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا۟ ٱلْعَذَابِ ٱلْأَلِيمِ ﴿۳۸﴾
وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۹﴾
إِلَّا عِبَادَ ٱللَّهِ ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿۴۰﴾
أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿۴۱﴾
فَوَٰكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿۴۲﴾
فِى جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴿۴۳﴾

---

[۱] جاہلیت عرب کے لوگ اپنے دین جاہلیت کی اعلیٰ ترین تہذیب Super Culture پر نازاں تھے۔ جب خالص اور کھری توحید ان کے سامنے پیش کی جاتی تو اپنے مشرکانہ عقائد چھوڑنے کو اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے۔ کہتے تھے کہ رسول ایک خیالی منصوبہ باز شخص ہے کیا اس کے کہنے پر ہم اپنے عقائد بدل دیں۔ معاذاللہ ایک دیوانے شاعر کی بات مان لیں (ماجدی)۔

***

[۲] عربی میں فواکہ کا لفظ بڑی وسعت رکھتا ہے اس سے مراد ہر لذیذ چیز ہے جو انسان پیٹ بھرنے کے لئے نہیں بلکہ ذائقہ کے لئے کھاتا ہے اہل جنت کے جسم کو غذا کی ضرورت ہی نہ ہو گی۔ وہ جو کچھ کھائیں پیئیں گے صرف لطف و لذت کے لئے۔ (کشاف، تفسیر کبیر، بیضاوی)

***

گھنے باغوں میں (٤٣) (شاہی) تختوں پر ایک دُوسرے کے آمنے سامنے (٤٤) اُس پر لطیف شراب کے چشموں سے پیالے بھر بھر کر اُن کے درمیان پھرائے جائیں گے[1] (٤٥) چمکتی دمکتی شراب، جو پینے والوں کے لئے سرتاپا لذّت ہی لذّت ہو گی[2] (٤٦) نہ تو اُن کے جسم کو اُس سے کوئی نقصان پہنچے گا اور نہ اُس سے اُن کو کسی قسم کی بَدحواسی یا مدہوشی ہو گی، اور نہ اُن کی عقل اُس سے خراب ہو کر بھکے گی (٤٧) پھر یہ کہ اُن کے پاس نِگاہیں بچانے جُھکانے والی، بہت خوبصورت، بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (٤٨) جو پردوں میں چُھپے ہوئے شُترمُرغ کے انڈوں جیسی (گوری گوری) ہوں گی[3] (یا) ایسی نازک ہوں گی جیسے انڈے کے چھلکے کے

عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿٤٤﴾
یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿٤٥﴾
بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿٤٦﴾
لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ﴿٤٧﴾
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿٤٨﴾
كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٤٩﴾

[1] "کاس" یعنی جام کا لفظ قرآن میں جہاں جہاں آیا ہے وہاں مراد شراب ہے (بحر) عربی محاورے میں شراب سے بھرے پیالے ہی کو کاس کہتے ہیں۔ ورنہ قدح یا اناء کہتے ہیں (قرطبی)

***

[2] وصف لذت کی زیادتی اور شدت کے اظہار کے لئے لذیذ چیز کو لذت کہا گیا۔ یعنی صیغہ مصدر سے تعبیر کیا گیا ہے (روح، بحر)

***

[3] جنت کی حوروں کو شترمرغ کے انڈوں سے تشبیہ اس لئے دی گئی ہے کہ شترمرغ اپنے انڈوں کو اپنے پروں میں چھپائے رکھتا ہے۔ اس لئے وہ انڈے ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک صاف رہتے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کا رنگ زردی مائل سفید ہوتا ہے اور یہ رنگ جسم کے رنگوں میں سب سے خوبصورت سمجھا جاتا ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ٤٢٧)

اردو خواں حضرات اس پر حیران نہ ہوں۔ عرب محاورہ میں عورت کے گورے رنگ اور حسن کے لئے یہ تشبیہ عام ہے (تفسیر کبیر، ابن قتیبہ، قرطبی)

***

www.drhasanrizvi.org

نیچے چھپی ہوئی جھلّی ہوتی ہے (۴۹)

پھر وہ ایک دُوسرے کی طرف متوجّہ ہو کر (حالات) پُوچھیں گے[1] (۵۰) اُن میں سے ایک کہے گا: "دُنیا میں میرا ایک ساتھ بیٹھنے والا دوست تھا (۵۱) جو مجھ سے پُوچھا کرتا تھا کہ "کیا تم بھی اِس بات کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو (۵۲) کہ جب ہم مَر سڑ جائیں گے' اور خاک اور ہڈی ہو جائیں گے' تو ہمیں (ہمارے کاموں کا) بدلہ دیا جائے گا؟" (۵۳)

"کیا آپ لوگ جاننا چاہتے ہیں (کہ اَب وہ حضرت کِس حال میں ہیں) ؟" (۵۴) اَب جو اُس نے دیکھنے کے لئے جُھک کر جھانکا تو اُس نے اُس ساتھی کو جہنّم کے بیچوں بیچ اُس کی گہرائی میں دیکھا[2] (۵۵) تو اُس سے کہا: "خدا کی قسم! تُو تو مجھے تباہ و برباد

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (۵۰)
قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ (۵۱)
یَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ (۵۲)
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا
لَمَدِیْنُوْنَ (۵۳)
قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ (۵۴)
فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (۵۵)
قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ (۵۶)

---

[1] انفرادی اور مادی لذتیں کتنی بڑی کیوں نہ ہوں، کافی نہیں ہوتیں۔ ہم مشربوں، ہم خیالوں، دوستوں، ساتھیوں، عزیزوں کے اجتماع کا لطف سب لذتوں کی لذت کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔

***

[2] جھک کر جھانکنے کے لفظ سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ (۱) جنت اعلیٰ ہے اور دوزخ پست ہے۔ (۲) اہل جنت جب چاہیں گے اہل جہنم کو دیکھ سکیں گے۔ (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ۝۵۷

اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ۝۵۸

اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝۵۹

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝۶۰

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝۶۱

اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝۶۲

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ ۝۶۳

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ۝۶۴

کیا ہی چاہتا تھا ۵۶ اگر میرے پالنے والے مالک
کا (مجھ پر) فضل و کرم نہ ہوتا' تو آج میں بھی اِنھیں
لوگوں میں سے ہوتا جو (عذاب میں) پکڑے ہوئے
آئے ہیں (یا) جو (عذابِ خدا میں) حاضر کئے گئے
ہیں ۵۷ تو کیا اَب ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ ۵۸
سوا اُس موت کے جو ہمیں آنی تھی' تو بس وہ
پہلے آچکی - اب ہمیں کوئی سزا یا عذاب نہیں
ہوگا ۵۹ یقیناً یہی سب سے بڑی' عظیمُ الشّان
کامیابی ہے ۶۰ ایسی ہی کامیابی کے لئے کام کرنے
والوں کو کام کرنا چاہیئے" ۶۱ کیا یہ مہمانی اچھی ہے
یا زقّوم کے درخت کی (مہمانی[ؑ]) ؟ ۶۲ حقیقتاً ہم
نے اُس کو ظالموں کے لئے ایک بڑی مُصیبت
بنایا ہے ۶۳ وہ ایک درخت ہے جو جہنّم کی تہ میں

ؑ "زقوم" وہ درخت ہے جس کے پھل سے جہنمیوں کی مہمانی کی جائے گی - جنتیوں کے لئے تو وہ تمام نعمتیں ہوں گی جن کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ بھی جو فہم سے بالا ہیں - جب کہ جہنمیوں کے لئے صرف زقوم کا ذکر کیا گیا ہے - یہ درخت چھوٹے پتوں والا بدبو دار کڑوا ہوتا ہے - جو تہامہ کے جنگل میں پیدا ہوتا ہے - (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۷)

غرض زقوم وہ درخت ہے جو عرب میں اپنی انتہائی تلخی کے لئے مشہور ہے - فارسی میں اسے حنظل اور اردو میں تھوہڑ کہتے ہیں -

جہنم میں یہ درخت آگ سے پیدا ہوگا - ویسے بھی کڑوا ہوتا ہے تو جہنم میں پیدا ہو کر کیا کچھ ہو جائے گا - مجازاً زہریلی اور کڑوی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے (راغب)

***

www.drhasanrizvi.org

سے نکلتا ہے ﴿۶۴﴾ اُس کے شگوفے یا شاخیں اَیسی
ہیں جیسے شیطانوں کے سر یا سانپوں کے پھَن ﴿۶۵﴾
جہنّمی اُسی کو کھائیں گے اور اُسی سے پیٹ بھریں
گے ﴿۶۶﴾ پھر اُس پر اُن کے لئے کھَولتا ہوا گرم گرم
پانی ہوگا ﴿۶۷﴾ پھر اُن کی واپسی اُسی جہنّم کی آگ
کی طرف ہوگی[1] ﴿۶۸﴾ اصل میں اُنھوں نے اَپنے باپ
دادا کو گمراہ پایا ﴿۶۹﴾ تو بے تحاشا اُنھیں کے پیچھے
پیچھے دوڑ پڑے[2] ﴿۷۰﴾ حالانکہ اُن کے پہلے والے
زیادہ تر لوگ گمراہ ہی تھے ﴿۷۱﴾ جب کہ حقیقتاً ہم
نے اُن میں بُرے کاموں کے بُرے نتائج سے
ڈرانے والے (رسولؑ) بھی بھیجے تھے ﴿۷۲﴾ اَب دیکھ
لو کہ جنھیں ڈرایا گیا تھا اُن کا کیا بُرا انجام
ہوا ﴿۷۳﴾ سوا اللہ کے اُن بندوں کے جو خالص

طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيٰطِينِ ﴿٦٥﴾
فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾
ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾
ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾
إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾
فَهُمْ عَلٰى آثٰرِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾
وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنْذِرِينَ ﴿٧٢﴾
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾

---

[1] "زقوم" اور "حمیم" گرم کھولتا ہوا پانی جہنمیوں کو "جہنم" میں داخل ہونے سے پہلے بطور مہمانی پیش کیا جائے گا۔ روایت کے مطابق یہ حمیم (کھولتا ہوا پانی) جہنم سے باہر ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے "وہ جہنم یہی ہے جسے گناہگار جھٹلایا کرتے تھے اور اب اس کے اور کھولتے پانی کے درمیان گھبرائے گھبرائے بھاگے پھرتے ہیں" وہ اس کھولتے پانی پر اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے جیسے پیاسے اونٹ پانی پر جا کر گرا کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد جحیم یعنی جہنم کے اندر بھیجے جائیں گے (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۷)

***

[2] محققین نے نتیجہ نکالا کہ دیکھا جائے تو ہر دور میں باطل پرست عوام اپنے عمل کی حجت کے لئے یہی دلیل پیش کرتے ہیں (فصل الخطاب)

امام رازی نے نتیجہ نکالا کہ اندھی تقلید کی مذمت میں اگر کوئی اور آیت بھی نہ ہوتی تو یہی ایک آیت بہت کافی تھی (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٧٤﴾
وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾
وَنَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾
وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِينَ ﴿٧٧﴾
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِينَ ﴿٧٨﴾
سَلٰمٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الْعٰلَمِينَ ﴿٧٩﴾

نِکھارے ہوئے تھے (یا) سِوا خدا کے خالص بندوں
کے (جنھوں نے خود کو صرف خدا کی اِطاعت و
عبادت کے لئے وقف کر دیا تھا اور خلوصِ دل سے
ع ۲ ۵۲ ۲ خدا کی بندگی انجام دیتے تھے) ﴿۷۴﴾ ع
اور ہمیں نوحؑ نے بھی پُکارا تھا" تو ہم ہی
سب سے اَچّھا جواب دینے والے ہیں ﴿۷۵﴾ ہم نے
اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو سخت تکلیف سے
بچا لیا[1] ﴿۷۶﴾ اور اُنھیں کی نسل کو باقی رکھّا ﴿۷۷﴾
اور بعد والوں میں اُن کی اَچھّی شہرت یا ذکرِ
خَیر باقی رکھّا (یا) اور بعد کی نسلوں میں اُن
کی تعریف و توصیف کو باقی رکھّا ﴿۷۸﴾ سلام ہو
نوحؑ پر تمام جہان والوں میں (یعنی آج دُنیا
جہان میں نوحؑ کی تعریفوں پر تعریف ہو رہی ہے) ﴿۷۹﴾

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ (۱) طبعی غم کمال کے منافی نہیں اور (۲) طبعی فطری تقاضے کاملین میں بھی ہوتے ہیں (تھانوی)

***

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾
إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾
ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٢﴾
وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ﴿٨٣﴾
إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٤﴾
إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ﴿٨٥﴾
أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾

اِسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں ﴿٨٠﴾ حقیقتاً وہ ہمارے اِیماندار یا مومن بندوں میں سے تھے ﴿٨١﴾ پھر دُوسرے گروہ کو ہم نے ڈبو کر رکھ دیا ﴿٨٢﴾

اور نوحؑ ہی کے "شیعہ" (یعنی) اُن کے طریقے پر چلنے والے اِبراہیمؑ بھی تھے (یا) اِبراہیمؑ بھی نوحؑ ہی کے "شیعہ" (یعنی) پیروکار یا ماننے والے تھے[1] ﴿٨٣﴾ جب وہ اَپنے پالنے والے مالک کے سامنے صحیح سالم دِل (یعنی اَیسا دل جو شِرک اور ہر قسم کی کھوٹ سے پاک و محفوظ ہو) لئے ہوئے آئے[2] ﴿٨٤﴾ تو اُنھوں نے اَپنے باپ اور اَپنی قوم والوں سے کہا کہ "تم کاہے کی عبادت کرتے ہو؟ ﴿٨٥﴾ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھُوٹ مُوٹ کے گھڑے ہوئے خدا (کو مقصدِ زندگی بنائے

---

[1] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ تمھیں یہ نام "شیعہ" مبارک ہو۔ عرض کیا گیا کہ لوگ تو ہمیں اس نام سے عیب لگاتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا "کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا کہ "ابراہیم بھی نوحؑ کے شیعہ تھے۔ یا خدا کا یہ فرمانا" یہ موسیٰ کے شیعوں میں سے تھا اور یہ اس کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو جو موسیٰ کے شیعوں میں سے تھا۔ اس نے فریاد کی اس کے خلاف جو اس کا دشمن تھا"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۸ بحوالہ تفسیر مجمع البیان، تفسیر قمی)

شیعہ کے معنی یہ ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ کے طریقے عقائد اور اصول میں پیروکار اور متحد تھے (بیضاوی، تفسیر کبیر، مدارک، قرطبی) ***

[2] قلب سلیم کے معنی ہیں ایسا دل جس میں خدا کی وحدانیت پر کامل اور خالص اعتقاد ہو۔ خلوص دل سے خدا کی وحدانیت کو مانتا ہو۔ اس کے ساتھ کسی کو کسی طرح شریک نہ کرتا ہو۔ ہر قسم کے شک و شبہ، دھوکے، خدا دشمنی اور خدا والوں کی دشمنی اور حسد سے پاک ہو (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾
فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾
فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾
فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾
فَرَاغَ اِلٰى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾
مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾
فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾
فَاَقْبَلُوْا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

رکھنے) کا ارادہ کر لیا ہے؟ ﴿۸۶﴾ آخر تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ ﴿۸۷﴾

پھر ابراہیمؑ نے تاروں پر ایک نظر ڈالی ﴿۸۸﴾ اور کہا: "میں بیمار پڑنے والا ہوں[1]" ﴿۸۹﴾ اس پر وہ لوگ پیٹھ پھیر پھیر کر اُن کے پاس سے چلے گئے ﴿۹۰﴾ اُن کے پیچھے ابراہیمؑ چپکے سے اُن خداؤں کے مندر میں گھس گئے اور بولے: "تم لوگ کچھ کھاتے کیوں نہیں؟ ﴿۹۱﴾ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم بولتے بھی نہیں؟" ﴿۹۲﴾ اس کے بعد وہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر اُن پر پل پڑے اور اپنے داہنے ہاتھ سے خوب اُن کی پٹائی لگائی ﴿۹۳﴾ (واپسی پر) وہ لوگ دوڑتے بھاگتے ابراہیمؑ کے پاس آئے ﴿۹۴﴾

---

[1] امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ "خدا کی قسم نہ تو حضرت ابراہیمؑ بیمار تھے اور نہ ہی انہوں نے جھوٹ بولا" (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۸ و تفسیر قمی و معانی)

آپ کا خود کو بیمار کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں عنقریب بیمار ہو جاؤں گا۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے خواہش کی تو خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو وہ سب دکھا دیا جو کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ ہونا تھا۔ اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ میں (اس تکلیف پر) بیمار ہوں" (کافی)

حضرت ابراہیمؑ کا ستاروں کو دیکھنے کے بارے میں شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں "وہ سب لوگ نجومی تھے۔ ان کو دکھانے کو تاروں کی طرف دیکھ کر کہا یا نجوم کی کتاب دیکھ کر کہا کہ میں بیمار ہوں یا بیمار ہوا چاہتا ہوں (موضح القرآن)

مگر صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

ابراہیمؑ نے کہا ”کیا تم لوگ اپنی ہی تراشی ہوئی
چیزوں کی بندگی کرتے ہو؟ (یا) کیا تم لوگ اُن
چیزوں کی عبادت کرتے ہو جنھیں تم خود بناتے
ہو؟ ﴿۹۵﴾ حالانکہ اللہ نے تمھیں بھی پیدا کیا ہے
اور اُن چیزوں کو بھی جنھیں تم بناتے ہو“ ﴿۹۶﴾
اُن لوگوں نے کہا: ”اِس شخص کے لئے ایک
عمارت (اِحاطہ) بنواؤ[1] پھر اُس کو دہکتی بھڑکتی
آگ میں ڈال دو“ ﴿۹۷﴾ اِس طرح اُنھوں نے
ابراہیمؑ کے لئے ایک منصوبہ بنایا، مگر ہم نے
اُن کو نیچا کر دکھایا ﴿۹۸﴾ ابراہیمؑ نے کہا: ”میں اپنے
پالنے والے مالک کی طرف جاتا ہوں[2] وہی میری
رہنمائی کرکے مجھے منزلِ مقصود تک پہنچائے گا ﴿۹۹﴾
اَے پالنے والے مالک! مجھے ایسا بیٹا عطا فرما جو

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾
وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾
قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾
فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾
وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾
رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

ابراہیمؑ نے (معاذاللہ) تین جھوٹے بولے۔ شاہ صاحب نے لکھا۔

”یہ ایک جھوٹ ہے اللہ کی راہ میں عذاب نہیں ثواب ہے“ تفسیر اہل بیتؑ تو اس کو جھوٹ ماننے کو تیار نہیں (مجمع البیان) مگر تقیہ کو برا بھلا کہنے والے خود یہاں آکر کیسے پھنسے وہ قابل دید ہے۔ بقول شاہ صاحب کے ”جھوٹ اللہ کی راہ میں بھی ہوتا ہے۔ وہ عذاب نہیں ہوتا۔ ثواب ہوتا ہے۔“ (فصل الخطاب)

***

[1] عمارت بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک خاص احاطہ بناؤ جس میں لکڑیاں جمع کرکے آگ سلگاؤ (جلالین و فتح الرحمن)

***

[2] ”اپنے رب کی طرف“ سے مراد اپنے پالنے والے مالک کی راہ میں، اس کے حکم سے جا رہا ہوں۔ (مدارک، کشاف) مراد ملک شام ہے جو آپ کے وطن عراق سے شمال مغرب کی طرف واقع ہے اور ”س“ تاکید کے لئے ہے کہ خدا ضرور میری ہدایت فرمائے گا (روح)

***

www.drhasanrizvi.org

نیک کام کرنے والوں میں سے ہو" (۱۰۰) تو ہم نے
اُنھیں بڑی قوتِ برداشت رکھنے والے حلیم و بُردبار
بیٹے کی خوشخبری سُنائی[۱] (۱۰۱) پھر جب وہ بیٹا ابراہیمؑ
کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچا[۲] تو ابراہیمؑ
نے کہا: "اَے بیٹا! حقیقت یہ ہے کہ میں خواب
دیکھتا ہوں کہ تمھیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم
غور کرو کہ تمھاری کیا رائے ہے؟" بیٹے نے کہا
"اَے بابا! آپؑ وہ کچھ کیجئے جس کا آپؑ کو حکم
دیا جا رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو آپؑ مجھے صبر
کرنے والوں میں پائیں گے (۱۰۲) تو جب وہ دونوں
پورے طور پر اطاعت پر تیّار ہو کر آئے (یا) جب
اُن دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے
اپنے بیٹے کو اُس کی پیشانی کے بل لِٹا دیا (۱۰۳)

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾
فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي
الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ
يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ۚ

---

[۱] اس سے مراد حضرت اسماعیلؑ ہیں اور ان کو حلیم و بردبار اس لئے بھی کہا کہ یہودی روایات میں ان کو تند مزاج اور بدمزاج کہا گیا ہے۔ محققین نے لکھا کہ اولاد کی دعا کرنا کمال روحانی کے خلاف نہیں بلکہ سنت انبیاءؑ ہے (ماجدی)

***

[۲] یعنی جب حضرت اسماعیلؑ اپنے والد کے ساتھ دوڑنے دھوپنے اور کام کے لائق ہوگئے۔ (کشاف۔ مدارک)

***

www.drhasanrizvi.org

تو ہم نے اُنھیں پُکارا (١٠٤) "اَے ابراہیمؑ! تم نے اَپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اَیسی ہی جزا دیتے ہیں (١٠٥) حقیقتاً یہ ایک کھلا ہوا واضح امتحان تھا (١٠٦) اور ہم نے اُن کا فدیہ بھیج دیا (کربلا کی) ایک عظیم قربانی کے سبب سے[1] (١٠٧) غرض ہم نے بعد والوں میں اُن کی یاد، اُن کی تعریف و توصیف باقی رکھّی (١٠٨) سلام ہو ابراہیمؑ پر (١٠٩) ہم نیکی کرنے والوں کو اَیسی ہی جزا دیتے ہیں (١١٠) واقعتاً وہ ہمارے اِیماندار (یا) مومن بندوں میں سے تھے (١١١) پھر ہم نے اُنھیں اِسحاقؑ (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی، جو نبیؑ ہوں گے اور اَچھّے آدمیوں میں سے ہوں گے (١١٢) غرض اُنھیں اور اِسحاقؑ کو (ہم نے) برکت عطا کی۔ اَب اِن دونوں کی اولاد

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ (١٠٤)
قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (١٠٥)
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ (١٠٦)
وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (١٠٧)
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (١٠٨)
سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ (١٠٩)
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (١١٠)
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (١١١)
وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (١١٢)
وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ

[1] حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ "جب خدا نے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ دنبہ بھیج دیا تو حضرت ابراہیمؑ نے سوچا کہ اگر میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتا تو میرا دل دکھتا۔ تو مجھے مصائب سہنے والوں کا ثواب اور اعلیٰ درجے حاصل ہوتے اس خیال کے آتے ہی خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا "تم کو میری مخلوق میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے"؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا "خدایا تو نے کسی کو پیدا نہیں کیا جو مجھے تیرے محبوب محمد مصطفیٰؐ سے زیادہ محبوب ہو" خدا نے پوچھا "ابراہیمؑ تم کو محمد مصطفیٰؐ زیادہ محبوب ہیں یا تمہاری ذات؟" عرض کی کہ وہ۔ پھر پوچھا کہ "تمہیں اپنی اولاد زیادہ محبوب ہے یا محمد مصطفیٰؐ کی اولاد؟ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی "محمد مصطفیٰؐ کی اولاد" تمہارا دل محمد مصطفیٰؐ کی اولاد کے ذبح ہونے پر زیادہ دکھے گا یا تمہارے بیٹے کے تمہارے ہاتھ سے ذبح ہونے پر؟ حضرت ابراہیمؑ نے عرض

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

ع ٣/٣٩

وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾
وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾
وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾
وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾
وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾
وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾
سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾
اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾
وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾

میں سے نیک لوگ بھی ہوں گے اور کھلے ہوئے
اَپنے آپ پر ظلم کرنے والے (گناہگار) بھی ﴿١١٣﴾
اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر بھی اِحسان
کیا ﴿١١٤﴾ کہ اُن کو اور اُن کی قوم کو سخت تکلیف
سے بچا لیا ﴿١١٥﴾ غرض ہم نے اُن کی مدد کی تو اُنھیں
نے فتح پائی ﴿١١٦﴾ پھر ہم نے اُن دونوں کو ایک
واضح کتاب عطا کی ﴿١١٧﴾ اور اُن کو سیدھے راستے
پر لگایا ﴿١١٨﴾ اور ہم نے اُن کا ذِکرِ خیر (یا) اچّھی شہرت
بعد والوں میں باقی رکھّی ﴿١١٩﴾ سلام ہو موسیٰؑ اور
ہارونؑ پر ﴿١٢٠﴾ ہم نیکی کرنے والوں کو اَیسی ہی
جزا دیا کرتے ہیں ﴿١٢١﴾ واقعاً وہ دونوں ہمارے
ایماندار، مومن بندوں میں سے تھے ﴿١٢٢﴾
اور حقیقتاً الیاسؑ بھی بھیجے ہوئے رسولوں

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کی "محمد مصطفیٰؐ کی اولاد کا بظلم ذبح ہونا میرا دل زیادہ دکھائے گا۔ خدا نے فرمایا "ابراہیمؑ ایک گروہ ایسا ہوگا جو خود کو محمد مصطفیٰؐ کی امت سمجھے گا اور ان کے بعد ان کے فرزند حسینؑ کو اس طرح ذبح کر ڈالے گا جیسے مینڈھے کو ذبح کیا جاتا ہے" حضرت ابراہیمؑ یہ سن کر سخت پریشان ہوئے۔ ان کے دل میں ایک درد اٹھا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ خدا نے فرمایا "ابراہیمؑ چونکہ تم نے اپنے بیٹے کے ذبح سے محمد مصطفیٰؐ کے بیٹے کے ذبح کا فدیہ دیا تو ہم نے تمہارے لئے اپنے اوپر وہی اعلیٰ درجے کے مدارج ثواب واجب کر لئے جو مصائب پر صبر کرنے والوں کو ملیں گے" یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا کہ "ہم نے ایک بہت بڑی قربانی فدیہ میں دے کر" انہیں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾
اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾
اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾

یں سے تھے[1] (۱۲۳) جب اُنھوں نے اپنی قوم سے کہا: " آخر تم پرہیزگاری کیوں اختیار نہیں کرتے ؟ (یعنی) آخر تم بُرائی سے بچتے رہنے کا طریقہ زندگی کیوں اختیار نہیں کرتے ؟ (یا) آخر تم بُرائی کے بُرے انجام سے کیوں نہیں ڈرتے ؟ (۱۲۴) کیا تم 'بعل' (نامی بُت) کو پُکارتے ہو اور سب سے اچھے پیدا کرنے والے اللہ کو چھوڑے ہوئے ہو (۱۲۵) جو تمھارا بھی پالنے والا مالک ہے اور تمھارے پہلے والے باپ داداؤں کا بھی مالک ہے ؟" (۱۲۶) مگر اُن لوگوں نے اُنھیں جھٹلا دیا' تو اب یقیناً وہ سزا کے لئے پیش کئے جانے والے ہیں (۱۲۷) سوائے اللہ کے نکھارے ہوئے خالص بندوں کے (۱۲۸) غرض ہم نے الیاسؑ کا اچھا ذکر (یا) اچھی شہرت بھی بعد کی نسلوں

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

چھڑا لیا" (تفسیر صافی صفحہ ۴۲۹ بحوالہ عیون اخبار الرضا)

اب سوال یہ رہتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کا فدیہ اسماعیلؑ ہونا ذہن کے لئے قابل قبول نہیں۔ لیکن یہاں "ب" صلہ کی نہیں اس کو سببیہ سمجھا جائے یعنی "ایک قربانی کے سبب" کیونکہ اسماعیلؑ ہی کی نسل سے کربلا کی عظیم قربانی ہونے والی تھی۔ جو مثالی قربانی تھی۔ لہذا اس عظیم قربانی کے سبب فدیہ بھیج دیا گیا۔ اب وہ دشواری باقی نہ رہی (فصل الخطاب)

***

[1] الیاسؑ ایک مشہور اسرائیلی نبی گزرے ہیں توریت میں ان کا نام "ایلیاہ" ہے ان کا زمانہ ۸۷۶ - ۸۵۴ قبل مسیح ہے توریت میں ان کے کرامات اور معجزات کا ذکر کتاب سلاطین میں آیا ہے۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کو حضرت ادریسؑ کی طرح آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

میں باقی رکھی (١٢٩) سلام ہو آلِ یاسین پر[1] (١٣٠) ہم
نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں (١٣١) واقعی
وہ ہمارے ایماندار مومن بندوں میں سے تھے (١٣٢)
اور یہ بھی حقیقت ہے کہ لوطؑ بھی پیغمبروںؑ میں
سے تھے (١٣٣) جب ہم نے اُن کو اور اُن کے سب
گھر والوں کو بچا لیا (١٣٤) سوائے ایک بڑھیا کے جو
پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی (١٣٥) دوسروں کو
ہم نے تہس نہس کر ڈالا (١٣٦) تم لوگ تو خود اُن
کی طرف سے گزرتے رہتے ہو، صُبح کو بھی (١٣٧) اور
رات کو بھی۔ تو کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟ (یا)
کیا پھر بھی تمھیں عقل نہیں آتی ؟[2] (١٣٨) ع
اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یونسؑ بھی رسولوںؑ
میں سے تھے (١٣٩) جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی

ع ٤ ٨

سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ (١٣٠)
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (١٣١)
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (١٣٢)
وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (١٣٣)
اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (١٣٤)
اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ (١٣٥)
ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ (١٣٦)
وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ (١٣٧)
ع وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (١٣٨)
وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (١٣٩)
اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (١٤٠)

[1] آل یٰسین سے مراد حضرت الیاسؑ بھی ہیں اور آل محمدؐ بھی ہیں کیونکہ یاسین سے مراد محمد مصطفیٰؐ ہیں (کلبی) پس یاسین محمدؐ ہیں اور آل یاسین، آل محمدؐ ہیں (تفسیر صافی صفحہ ٤٣٠ بحوالہ تفسیر قمی)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ "یاسین محمد مصطفیٰؐ ہیں اور آل یاسین ہم ہیں"

حضرت ابن عباس نے فرمایا "آل یاسین سے مراد آل محمدؐ ہیں۔ کیونکہ یاسین محمدؐ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے (الجوامع)

***

[2] کیونکہ قوم لوط کی بستیاں مشرکین کی تجارتی شاہراہ پر پڑتی تھیں جب وہ شام جاتے تھے۔ اس لئے انہیں مخاطب کر کے توجہ دلائی گئی کہ تم ان تباہ شدہ معذب بستیوں کے نشانات بھی دیکھتے ہو پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ (مجمع البیان)

قوم لوط کی بستیاں الٹی ہوئی نظر آتی تھیں شام کی راہ میں (موضح القرآن)

***

www.drhasanrizvi.org

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾

طرف بے چینی کی حالت میں گئے[1] ﴿۱۴۰﴾ اس کے بعد
قرعہ پڑا تو وہ (پانی میں) پھینک دئے گئے[2] ﴿۱۴۱﴾ تو
مچھلی نے اُنھیں نِگل لیا، اِس حالت میں کہ وہ
خود پر ملامت کر رہے تھے ﴿۱۴۲﴾ تو اگر وہ تسبیح
کرنے والوں (یعنی) خدا کی بے عیبی اور پاکی کو
بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے ﴿۱۴۳﴾ تو قیامت
کے دن تک اُسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے[3] ﴿۱۴۴﴾ غرض
پھر ہم نے اُنھیں (مچھلی کے پیٹ سے نکال کر)
بالکل خُشک زمین پر ڈالا جب کہ وہ بالکل نڈھال
تھے ﴿۱۴۵﴾ پھر اُن پر ہم نے ایک بیلدار کدّو کا
درخت اُگا دیا ﴿۱۴۶﴾ اِس کے بعد ہم نے اُنھیں
ایک لاکھ یا اِس سے بھی زیادہ لوگوں کی طرف
بھیجا[4] ﴿۱۴۷﴾ تو وہ لوگ (اُن پر) دل سے ایمان لائے

[1] حضرت یونسؑ نے اپنی نافرمان قوم کو خدا کے حکم سے عذاب کے آنے کی خبر سنائی اور خدا سے بغیر اجازت لئے شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ انہوں نے شہر چھوڑنے کی الگ سے اجازت لینے کی ضرورت نہ سمجھی حالانکہ ان کو ان کی قوم کے ایک عالم نے بددعا نہ کرنے اور شہر نہ چھوڑنے کا مشورہ دیا تھا۔ غرض ان کے جانے کے بعد اس عالم نے قوم کو سمجھایا کہ اب تم عذاب الہیٰ میں گرفتار ہوا چاہتے ہو۔ عذاب کے ابتدائی آثار دیکھ کر اس قوم نے عالم سے پوچھا کہ اب کیا کیا جائے اس نے کہا کہ سب مل کر خدا سے معافی مانگو اس طرح خدا کا عذاب اس قوم سے ٹل گیا مگر حضرت یونسؑ کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے (قصص الانبیاء و حیات القلوب)

***

[2] قرعہ کیوں ڈالا گیا؟ اس کا پتہ قرآن سے تو نہیں چلتا مفسرین نے اس کی وجہیں یہ لکھی ہیں کہ جب کشتی طوفان میں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾
فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾
اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾
اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾
وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾
اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾
مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

(یا) اُن لوگوں نے (اُن کو) مان لیا اور ہم نے ایک مُدّت تک اُن کو پھلنے پھُولنے کا موقع بھی دیا ﴿۱۴۸﴾

ذرا اُن لوگوں سے پُوچھیۓ کہ کیا (یہ بات اُن کی سمجھ میں آتی ہے کہ) تمھارے پالنے والے مالک کے لیۓ تو بیٹیاں ہوں اور اُن کے لیۓ بیٹے ہوں؟ ﴿۱۴۹﴾ یا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہو، اِس حالت میں کہ یہ لوگ دیکھ رہے تھے؟ ﴿۱۵۰﴾ خوب سُن لو کہ دراصل یہ لوگ اَپنے دل سے گھڑ گھڑ کر یہ بات کہتے ہیں ﴿۱۵۱﴾ کہ اللہ کے اولاد ہے۔ حقیقتاً وہ بالکل جھُوٹے ہیں ﴿۱۵۲﴾ کیا اللہ نے بیٹوں کے مُقابلے میں بیٹیوں کو اَپنے لیۓ پسند کر لیا؟ ﴿۱۵۳﴾ آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے (احمقانہ) فیصلے

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

گھری تو مسافروں نے سمجھا کہ ہم ہی میں سے کوئی شخص ایسا ہے کہ جس کے سبب سے کشتی طوفان میں پھنسی ہے۔ اسے دریا میں پھینک دیا جائے تو سب محفوظ ہو جائیں گے دوسرا سبب یہ لکھا گیا کہ مچھلی منہ کھولے سامنے آئی جیسے کہ کسی کی طلبگار ہے اب جو قرعہ ڈالا تو حضرت یونسؑ کا نام نکلا (تفسیر تبیان و فصل الخطاب)

***

۳؎ عذاب کے وقت شہر چھوڑ جانا کوئی گناہ تو نہ تھا تاہم ایک پیغمبرؑ کے مرتبہ سے بعید تھا کہ خدا کی اجازت کے بغیر اتنا سا قدم بھی اٹھائے اس پر بطور تنبیہہ حضرت یونسؑ کو جسمانی تکالیف اٹھانی پڑیں ورنہ حقیقی گناہ یا حقیقی عذاب سے کسی نبی کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا بقول شاعر۔
جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے
(ماجدی)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ تسبیح و استغفار

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

کرتے ہو؟ (۱۵۴) کیا تمھیں ہوش نہیں آتا؟ (یا)
تم سمجھانے سے سمجھتے کیوں نہیں؟ (۱۵۵) کیا تمھارے
پاس کوئی کھلی ہوئی دلیل ہے؟ (۱۵۶) تو لاؤ پیش
کرو اپنی سند، دستاویز یا کتاب، اگر تم سچّے ہو (۱۵۷)

پھر اُنھوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان
نسب کا رِشتہ بنا رکھّا ہے۔ حالانکہ جِنّات خُوب
جانتے ہیں کہ وہ تو خود (جزا و سزا) کے لئے حاضر
کئے جائیں گے[1] (۱۵۸) اللہ اُن تمام صفات سے پاک
ہے جو وہ لوگ اُس کے لئے بیان کرتے ہیں، (۱۵۹)
سِوا (اُن صفات کے جو) خدا کے خالص بَندے
(اُس کے لئے بیان کرتے ہیں) (۱۶۰) حقیقت یہ ہے
کہ تم، اور جس چیز کی تم بَندگی کرتے ہو، (۱۶۱) تم
سب اِن (تمام باتوں) پر کسی کو گمُراہ نہیں کر

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۱۵۵)
اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ (۱۵۶)
فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۵۷)
وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ
الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (۱۵۸)
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۵۹)
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (۱۶۰)
فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ (۱۶۱)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کی برکت سے مصیبتیں اور اذیتیں دور ہو جاتی ہیں۔

***

[۴] یہ شہر نینوا تھا جو دریائے دجلہ کے داہنے کنارے پر واقع تھا جہاں آج کل موصل کا شہر واقع ہے ٹھیک اس کے مقابل، توریت میں اس کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے بھی زیادہ درج ہے (یوحنا۔ ۴=۱۱)

***

[1] جنات کے ظاہری معنی تو قوم جن کے ہیں مگر بعض مفسرین نے یہاں جنات سے مراد فرشتے لئے ہیں کیونکہ جن کے لفظی معنی چھپے ہوئے کے ہیں اور فرشتے بھی نظر سے پوشیدہ ہیں (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

سکتے (یا) تم اور تمھارے یہ خدا (اللہ سے کسی
کو پھیر کر) فتنہ میں نہیں ڈال سکتے ۱۶۲ سوا ایسے
شخص کے جو جہنّم کی بھڑکتی سُلگتی آگ میں جُھلسنے
ہی والا ہو ۱۶۳ اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں
مگر یہ کہ اُس کا ایک خاص مقام مقرّر ہے[1] ۱۶۴
اور بلاشُبہ ہم تو (خدمت کے لئے) صَفیں باندھے
ہوئے ہیں[2] ۱۶۵ اور بلاشبہ ہم تو خدا کی پاکی کو بیان
کرنے والے (یا) تسبیح کرنے والے ہیں" ۱۶۶
وہ لوگ تو یہ کہا کرتے تھے ۱۶۷ کہ اگر ہمارے
پاس کوئی یاد دہانی کا سبق (ذِکر) ہوتا جو پچھلی
قوموں کو مِلا تھا ۱۶۸ تو ہم تو اللہ کے خالِص
نکھارے ہوئے بندے ہوتے ۱۶۹ (مگر جب وہ
ذکر آیا) تو اُنھوں نے اُس کا اِنکار کر دیا۔ اب

مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۱۶۲
اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ۱۶۳
وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۱۶۴
وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۱۶۵
وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۱۶۶
وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۱۶۷
لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۱۶۸
لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۱۶۹

---

[1] لفظ معلوم سے محققین نے نتائج نکالے کہ ملائیکہ کے لئے مقامات معین ہیں جن میں مزید ترقی کی گنجائش نہیں۔ بخلاف اس کے انسان آزی جس قدر بھی کوشش کرے گا خدا سے قرب کے بلند درجات حاصل کرتا چلا جائے گا (روح)

صاحب تفسیر مظہری نے لکھا " مراد اس سے یہ ہے کہ ملائیکہ مقام اسماء و صفات سے آگے مقام ذات تک ترقی نہیں کر سکتے جب کہ انسان مقام محرومی سے مقام ظلال اور وہاں سے مقام صفات و اسماء اور پھر مقام ذات تک ترقی کر سکتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

***

[2] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ " ہم عالم نور میں عرش کے چاروں طرف صف باندھ کر تسبیح کیا کرتے تھے۔ اہل آسمان ہماری تسبیح سن کر تسبیح کرنا سیکھے۔ بعد میں اللہ نے ہمیں زمین پر بھیجا

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾
وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾
اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾
وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾
وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾
اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾
فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٧﴾

عنقریب اُن کو (اِس کا انجام) معلوم ہو جائے گا (١٧٠) ہم تو اَپنے بھیجے ہوئے بندوں سے پہلے ہی یہ وعدہ کرچکے ہیں (١٧١) کہ یقیناً اُن کی مدد کی جائے گی (١٧٢) اور حقیقتاً ہماری فوج وہ ہے جو غالب آکر ہی رہے گی[1] (١٧٣) تو آپؐ اُن سے ایک مدّت تک کے لئے بے پروائی کیجئے (یا) ذرا کچھ مدّت تک کے لئے اُنھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیجئے (١٧٤) دیکھتے رہئے۔ عنقریب وہ خود بھی (اپنا انجام) دیکھ لیں گے (١٧٥) تو کیا وہ ہماری سزا (یا) عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں؟ (١٧٦) تو جب وہ (عذاب) اُن کے صحن میں اُترے گا تو وہ صبح اُن لوگوں کے لئے بہت ہی بُری ہوگی جو (بُرائی کے بُرے انجام سے) ڈرائے جاتے ہیں (١٧٧)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

ہم نے یہاں بھی تسبیح کی۔ اس طرح اہل زمین بھی ہماری ہی تسبیح سے تسبیح کرنا سیکھے۔ بس صف باندھنے والے بھی ہم ہیں اور تسبیح کرنے والے بھی ہم ہیں" (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۱ بحوالہ تفسیر قمی)

***

[1] یہ قول مجموعی طور پر سلسلہ مرسلین کے لئے ہے کہ ان کا مشن یعنی دین غالب آکر ہی رہے گا۔ جس کے ظہور کی دنیا منتظر ہو یا نہ ہو۔ بہرحال اس کا ہونا قطعی ہے۔ اور ہم اس کے منتظر ہیں (فصل الخطاب)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ باطل کی شان و شوکت محض عارضی اور کسی مصلحت تکوینی کے سبب سے ہوا کرتی ہے اگر غلبہ سے مراد " مادی غلبہ کے بجائے دلائل کا غلبہ لیا جائے تو یہ غلبہ ہر دور میں اہل حق ہی کو حاصل)۔ رہا ہے۔ اور پچھلی آیت میں کلمہ کا لفظ پورے دین کے پیغام کے لئے آیا ہے (مدارک)

***

www.drhasanrizvi.org

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾
وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾
وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

تو اَب ایک عرصے کے لئے اُن کی طرف سے بے پروائی کیجئے ﴿۱۷۸﴾ اور دیکھتے رہیے۔ عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے ﴿۱۷۹﴾

ہر عیب سے پاک ہے آپؐ کا پالنے والا مالک، جو عزّت، زبردست طاقت اور غلبہ کا مالک ہے، اُن تمام باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں[1] ﴿۱۸۰﴾

اور سلام ہو پیغمبروںؑ (یعنی) اللہ کے تمام پیغام لانے والوں پر ﴿۱۸۱﴾

اور شُکر اور ساری کی ساری تعریف اللہ کے لئے ہے، جو تمام جہانوں کا پالنے والا مالک ہے[2] ﴿۱۸۲﴾

ع ۵ ۹

---

[1] امام رازی نے لکھا کہ قرآن کا یہ فقرہ بڑا جامع ہے۔ اس میں خدا کی معرفت کا بڑا حصہ آگیا۔ یعنی معبودیت، الوہیت، ربوبیت کا حقدار صرف اور صرف خدائے واحد ہے۔ وہ بھی وہی اکیلا بلا شرکت غیرے اور خدا ان تمام لغو باتوں سے پاک اور بلند ہے جو اہل شرک اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ خدا کی معرفت کے سارے مدارج اس میں آگئے۔

نیز لکھا کہ رب میں اشارہ ہے خدا کے کمال حکمت و رحمت کی طرف اور عزت میں اشارہ ہے خدا کے کمال قدرت کی طرف (تفسیر کبیر)

***

[2] حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا "جو شخص یہ چاہے کہ اس کے اعمال پوری ناپ سے ناپے جائیں۔ (اور اسے پورا پورا اجر ملے) تو اس کے لئے ضروری ہے کہ جس وقت کسی محفل سے اٹھنے کا ارادہ کرے تو ان آخری تینوں آیتوں کو پڑھ لیا کرے (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۱ بحوالہ کافی)

***

www.drhasanrizvi.org

آیات ۸۸ سورۃ ص مکیّ رکوعات ۵

(صٓ کا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے، جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا اور بیحد مسلسل رحم کرنیوالا ہے ○ صاد، قسم ہے قرآن کی جو نصیحت کے سبق اور یاد دہانیوں سے بھرا ہوا ہے (یا) قسم ہے اُس قرآن کی جو عزّت و شرف والا ہے[1] ① بلکہ وہ جنھوں نے کفر و انکار کی زندگی اختیار کی، وہی سخت تکبّر، سرکشی، ضد اور پھوٹ ڈالنے میں مصروف ہیں[2] ② ہم نے ان کے پہلے کتنی ہی نسلیں یا قومیں ہلاک کیں۔ جب (وہ عذاب میں گھر چکے تو) وہ چیخے چلّائے، مگر وہ وقت بچنے بچانے

اٰیَاتُہَا (۳۸) سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ رُکُوْعَاتُہَا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ①

بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ②

کَمْ اَہْلَکْنَا مِنْ قَبْلِہِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ

حِیْنَ مَنَاصٍ ③

---

[1] امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ "ص" اللہ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جس کی اس نے قسم کھائی ہے (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۲ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

قرآن نصیحت والا بھی ہے لیکن ذکر کے معنی عزو شرف کے بھی ہیں۔ اس لئے اس کے معنی عزو شرف والا بھی ہے (مجمع البیان از ابن عباسؓ)۔

امام رازی نے لکھا کہ ص مخفف ہے کسی اسم الہیٰ کا۔ مثلاً صمد، صادق، صانع، (تفسیر کبیر، معالم)

اور ذی الذکر کے معنی وعظ و نصیحت والا اور عزت و عظمت والا قرآن ہے (بیضاوی، ابن کثیر، از ابن عباسؓ و سعید ابن جبیرؓ)۔

***

[2] مطلب یہ ہے کہ حق کی مخالفت کا سبب کوئی عقلی استدلال یا اشتباہ نہیں۔ محض ان لوگوں کی ضد، ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی ہے (کشاف)

***

www.drhasanrizvi.org

کا نہیں ہوتا ③ اُنھوں نے اِس بات پر تعجّب
کیا کہ ایک ڈرانے والا (پیغمبرؐ) خود اُنھیں
میں سے (کیسے) آگیا؟ اِس پر حق کے منکرین
کہنے لگے کہ: ”یہ جادُوگر بھی ہے اور سخت جھُوٹا
بھی[1] ④ کیا اُس نے سارے کے سارے خداؤں
کے بجائے صرف ایک خدا بنا ڈالا؟ یہ تو بڑی
ہی عجیب بات ہے“ ⑤ پھر اُن کے بڑے بڑے
لوگ یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ ”چلو اور اَپنے اَپنے
خداؤں پر ڈٹے رہو۔ یقیناً یہی چیز ہے جسے
نصب العین (یعنی) زندگی کا اصل مقصد ہونا
چاہیے ⑥ یہ بات تو ہم نے دُوسری کسی قوم
(یا) قریب کی کسی ملّت میں کبھی کسی سے نہیں
سُنی۔ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک گھڑی ہوئی بات ⑦

وَعَجِبُوٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۖ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ④
اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ⑤
وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ⑥
مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ⑦

---

[1] مشرکوں کو اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو وہ یہی کہ ایک انسان رتبہ رسالت تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ دیوتا یا اوتار یا خدا کا مظہر بن جانا، خدا کا کسی میں حلول کر جانا تو ان کی سمجھ میں آجاتا ہے۔ بس انسان کا خدا کا سفیر بن جانا سمجھ میں نہیں آتا۔ بار بار اسی پر الجھتے ہیں (روح۔ مدارک)

***

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧
اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ⑨
اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ

کیا ہم میں سے بس ایک یہی آدمی رہ گیا تھا جس پر اللہ کا ذکر (مُراد قرآن) نازل کر دیا گیا؟" بلکہ (حقیقتاً) وہ میری کتاب ہی پر شک کر رہے ہیں۔ بلکہ اُنھوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ہے[1] ⑧ کیا اُن کے قبضے میں آپ کے باعزت بے حد عطا کرنے والے مالک کی رحمت کے خزانے ہیں؟ ⑨ یا کیا یہ آسمان و زمین اور اُن کے درمیان کی چیزوں کے مالک اور صاحبِ سلطنت ہیں؟ اَچھا تو پھر چڑھیں عالمِ اسباب کی بلندیوں پر (یا) تو پھر چڑھیں رسّیوں کو پکڑ پکڑ کر (یعنی اگر یہ لوگ زمین و آسمان کے مالک ہیں تو کائنات کے تختِ سلطنت پر قبضہ کرنے کے لئے عرش پر چڑھنے کی کوشش کریں تا کہ پھر جسے یہ چاہیں اُس

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر نبوت ملی ہی تھی تو ایک یتیم نادار شخص کو کیوں ملی؟ اہل لطائف نے کہا کہ اس جملے کا سبب تکبر تھا۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ تکبر ایسی ہی بری چیز ہے جو کفر تک پہنچا دیتی ہے حضرت امام محمد باقرؑ نے تکبر کو کفر کی بنیاد قرار دیا۔ (تحف العقول)

***

پر خدا کی رحمت اور وحی کو اُتار سکیں) ⑩
یہاں تو بس ایک شکست خوردہ گروہوں کی
قسم کا لشکر سامنے نظر آرہا ہے^1 ⑪ ان سے پہلے
بھی نوحؑ کی قوم، عاد اور میخوں والا فرعون^2 ⑫
ثمود اور قومِ لُوط اور ایکہ والے بھی (ابدی
حقیقتوں یا خدا و رسولؑ کو) جُھٹلا چکے ہیں، وہ
لوگ بڑے بڑے گروہ تھے ⑬ اُن میں سے ہر
ایک نے رسولوںؑ کو جُھٹلایا تو (اسی لئے) وہ
ع ۱۴ / ۱۰ میری سزا کے مستحق ہوئے ⑭ ع
یہ لوگ بھی بس ایک دھماکے کے منتظر ہیں،
جس کے بعد کچھ دیر نہ ہوگی (یا) جس کے بعد
کسی دُوسرے دھماکے کی ضرورت ہی نہ ہوگی ⑮
(جب کہ اب) وہ کہتے ہیں کہ "اے ہمارے مالک!

فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ⑩
جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ⑪
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ
ذُو الْأَوْتَادِ ⑫
وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ
الْأَحْزَابُ ⑬
إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ⑭
وَمَا يَنظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن
فَوَاقٍ ⑮

---

1 کیونکہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوا ہے اس لئے مفسرین کے نزدیک یہ بطور پیش گوئی کہا جارہا ہے کہ کافروں کا یہ لاؤ لشکر جو بہت بڑا نظر آرہا ہے، شکست کھانے والا ہے اس کا نتیجہ جنگ بدر میں ظاہر ہوا۔ جب بڑے بڑے سورماؤں کی لاشیں زمین پر پڑی تڑپ رہی تھیں (مجمع البیان)

***

2 حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ فرعون کو ذوالاوتاد یعنی میخوں والا کیوں کہا گیا؟ فرمایا "فرعون کا دستور یہ تھا کہ جب کسی کو سزا دیتا تو اسے زمین پر اوندھا لٹاتا اور اس کے ہاتھ پاؤں پھیلا کر چار میخیں اس طرح ٹھکواتا کہ وہ اس کے ہاتھ پاؤں سے گزر کر زمین میں جا گڑتیں۔ اور بہت دفعہ ایسا کرتا کہ بہت چوڑے لکڑی کے تختے پر لٹا کر ہاتھ پاؤں پر میخیں ٹھکوا دیتا۔ آدمی اسی حالت میں مر جاتا تھا۔ اسی لئے اللہ نے میخوں والا کہا ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۲ بحوالہ علل الشرائع)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

ہمارے (عذاب کا) حصّہ حساب کے دن سے پہلے
ہی ہمیں جلدی سے بھیج دے (یا) جو ہماری
تقدیر ہو وہ حِساب کِتاب کے دِن سے پہلے ہی
جلدی سے ہمارے سامنے لے آ" [1] (١٦)
جو کچھ بھی یہ بکتے ہیں، اُس پر صبر کیجئے
اور (اِس کا طریقہ یہ ہے کہ) ہمارے بَندے
داوٗدؑ کو یاد کیجئے جو بڑی قوّتوں کے مالک تھے۔
حقیقتاً وہ (ہر معاملے میں) اللہ سے لَو لگائے
رکھنے (یا) اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے [2] (١٧)
ہم نے پہاڑوں تک کو اُن کے قبضے میں دے
دیا تھا کہ صبح و شام وہ اُن کے ساتھ تسبیح
کرتے تھے (١٨) اور پرندے بھی سمٹ آتے تھے
اور سب کے سب اُن کی آواز میں آواز ملاتے

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (١٦)
اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ
ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (١٧)
اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ
الْاِشْرَاقِ (١٨)
وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ (١٩)

[1] قرآن میں بار بار کافروں کا یہ مطالبہ دہرایا گیا ہے۔ مگر اس کا سمجھنا لب و لہجہ سے متعلق ہے جو کاغذ پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں ایک قسم کی جھنجھلاہٹ کی کیفیت ہے کہ بار بار انبیاء سے عذاب کی خبریں سن سن کر وہ تنگ آچکے ہیں اور غصے میں کہتے ہیں کان پک گئے سنتے سنتے کہ عذاب آئے گا۔ ایسا ہوگا اور ویسا ہوگا۔ آخر وہ عذاب آ ہی کیوں نہیں جاتا۔ اور پھر دھیمی آواز میں تمسخر کا پیرایہ بھی ہو سکتا ہے کہ عذاب عذاب چلو آ ہی جائے کہ دیکھ لیں کہ آخر وہ کیسا ہوتا ہے (فصل الخطاب)

***

[2] حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "کلام عرب میں "ید" یعنی ہاتھ سے مراد قوت، نصیحت، عطا و بخشش ہوتی ہے۔ پھر امامؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر صافی صفحہ ٤٣٢ بحوالہ التوحید)

ابن جریر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اوّاب کے معنی مسبّح یعنی بہت تسبیح پڑھنے والا اور عبد حمید نے کہا کہ اس کے معنی موقن یعنی یقین کرنے والا بھی ہیں۔ (تفسیر فتح القدیر جلد ٤ صفحہ ٤١٥، لغات القرآن نعمانی جلد ١)

***

www.drhasanrizvi.org

تھے (یا) اور تمام پرندے اِکٹھے ہو جاتے تھے
اور (اُن کی تسبیح کی طرف) متوجّہ ہو جاتے
تھے (۱۹) ہم نے اُن کی سلطنت کو مضبُوط کیا تھا
اور اُنھیں حِکمت اور 'فصل الخطاب' (یعنی) صحیح
فیصلہ کُن بات کرنے کا عِلم عطا کیا تھا[1] (۲۰)
اور کیا تمھیں کچھ خبر ملی اُن مقدّمے والوں
کی جو دیوار پھاند کر اُن کی محرابِ عبادت میں
گھُس آئے تھے؟ (۲۱) جب وہ داوٗدؑ کے پاس
اندر پہنچے تو وہ اُن سے ڈر گئے۔ اُنھوں نے کہا
ڈریئے نہیں۔ ہم دو جھگڑنے والے ہیں، جن میں
سے ایک نے دُوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے
درمیان ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے
اور بے انصافی (یا) کسی کی رو رعایت نہ کیجئے

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (۲۰)
وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (۲۱) ۙ
اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ
خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا

[1] حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حکمت سے قانون شریعت بھی مراد ہے (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۴ بحوالہ الجوامع)

حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ فصل الخطاب سے مراد تمام زبانوں کا سمجھنا بھی ہے۔ اور ائمہ اہل بیتؑ کو خدا نے حکمت اور فصل الخطاب دونوں عطا فرمائی ہیں۔ (عیون الاخبار)

فلسطین کی سب سے بڑی حکومت وہی تھی جو حضرت داوٗدؑ کے زمانے میں قائم ہوئی تھی (انسائکلوپیڈیا، برٹانیکا جلد ۷، صفحہ ۷۸)

فصل الخطاب کے معنی صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت لکھے گئے ہیں (جصاص عن الحسن)

***

www.drhasanrizvi.org

اور ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت کیجئے[۱] (۲۲) یہ میرا
بھائی ہے۔ اس کے پاس ننّانوے ۹۹ دُنبے ہیں۔ اور میرے
پاس صرف ایک دُنبی ہے۔ اس پر بھی یہ مجھ سے
کہتا ہے کہ یہ (ایک دُنبی) بھی مجھے دے دو۔ اور
بات چیت میں بھی مجھے دباتا ہے (یا) ہر بات چیت
میں مجھ پر چھا جانے کی کوشش کرتا ہے" (۲۳) داؤدؑ[۴]
نے کہا: "یہ اُس کی تم پر ظلم اور زیادتی ہے'
(جو اَپنے اِتنے دُنبوں کے ہوتے ہوئے بھی) تمھاری
ایک دُنبی کو بھی اَپنے ساتھ مِلا لینے کا مطالبہ
کرتا ہے۔ حقیقتاً بہت سے مِل جُل کر ساتھ رہنے
والے ایک دُوسرے پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔
سِوا اُن کے جو (خدا اور رسولؐ اور آخرت پر) ایمان
لائیں' اور اَچھے اَچھّے کام کریں اور اَیسے لوگ بہت

بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ (۲۲)
اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ
نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ
فِي الْخِطَابِ (۲۳)
قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ
وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ

---

[۱] یعنی یوں بے اجازت اچانک بے وقت کود کر آنے پر قدرتاً حضرت داؤدؑ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ کوئی خونی ڈاکو تو نہیں طبعی جذباتی کیفیت مثلاً غصہ، غم یا خوف کا طاری ہونا مرتبہ نبوت کے منافی نہیں۔

"خصم" کے لفظ کا اطلاق ایک آدمی پر بھی ہوتا ہے اور کئی آدمیوں پر بھی اور عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو آدمی نہ تھے بلکہ کئی آدمی تھے جو اچانک محراب میں کود کر آگئے تھے (جصاص، بیضاوی اور راغب)۔

***

www.drhasanrizvi.org

قَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ
رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۩ ﴿٢٤﴾ السجدة
فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ
مَآبٍ ﴿٢٥﴾
يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ
النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن

کم ہیں۔ اور (یہ کہتے کہتے) داوؑد سمجھ گئے یہ ہم نے
اُن کا اِمتحان لیا ہے۔ (اور اُنھوں نے دُوسرے
فریق کی بات سُنے بغیر جذباتی ہو کر جلدی میں
غلط فیصلہ سُنا دیا) تو اُنھوں نے اَپنے پالنے والے
مالک سے معافی مانگی اور رکوع کرتے ہوئے
(سجدے میں) گر گئے اور توبہ تِلّا کر کے خدا کی طرف
رجوع کر لیا[1] (سجدہ کیجیے) ﴿٢٤﴾ تو ہم نے اُن کا وہ قصُور معاف
کر دیا اور حقیقتاً ہمارے ہاں اُن کے لئے بڑے
تقرّب کا مقام اور انجام کی بہتری ہے ﴿٢٥﴾
اَے داوؑدؑ! ہم نے تمھیں زمین میں اَپنا
خلیفہ[2] مُقرّر کیا ہے۔ تم لوگوں کے درمیان حق
کے ساتھ فیصلہ اور حکومت کرو اور نفسانی
خواہش کی پیروی نہ کرو (کیونکہ) وہ تمھیں اللہ

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "سب کی زبان بند کرنا ممکن نہیں لوگوں نے حضرت داوؑدؑ جیسے شریف انسان پر کیسے کیسے جھوٹے الزامات لگائے کہ وہ (معاذاللہ) نماز چھوڑ کر پرندے کے پیچھے دوڑ گئے۔ ایک دفعہ اوریاء کی بیوی پر نظر پڑی تو اس پر عاشق ہو گئے۔ اسے جنگ پر بھجوا کر قتل کروا دیا اور اس کی بیوی سے شادی کر لی وغیرہ وغیرہ (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۳ بحوالہ المجالس)

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ "جب کوئی بھی ایسا شخص پیش کیا گیا جو حضرت داوؑدؑ کی شادی اوریاء کی بیوی کے ساتھ ہونے کا اسی طرح قائل تھا تو میں نے اسے دو حدیں (سزائیں) دلوائیں ایک نبوت کی توہین پر اور دوسرے اسلام کی مخالفت پر" نیز فرمایا کہ جو شخص حضرت داوؑدؑ کا قصہ اس طرح بیان کرے گا جیسے قصہ گو بیان کرتے ہیں تو میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا (تفسیر مجمع البیان)

***

[2] خلیفہ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب نے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ
اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں، اُن کے لئے
بڑی سخت سزا ہے، اِس لئے کہ اُنھوں نے حساب کے
دن کو بھُلا دیا ہے (۲۶) ع

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور اُن کے
درمیان کی چیزوں کو غلط طور پر فضول (یا) بے مقصد
پیدا نہیں کر دیا۔ یہ تو اُن لوگوں کا خیال ہے جنھوں
نے اَبدی حقیقتوں کا انکار کیا۔ اَیسے کافروں کے لئے
بربادی ہی بربادی ہے، وہ بھی جہنّم کی آگ سے (۲۷)
کیا ہم اُن لوگوں کو جو اَبدی حقیقتوں کو دل
سے مانتے ہیں اور اَچھّے نیک کام کرتے ہیں
اُن کے برابر کر دیں گے جو زمین پر فساد پھیلانے
والے ہیں؟ کیا خدا کی عظمت سے متاثر ہو کر

سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ
لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ (۲۶) ع ۲
وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ
ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا
مِنَ النَّارِ (۲۷)
أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

"بادشاہ" کیا جب کہ خود ان کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین نے قبول نہ کیا اور انہوں نے خلیفہ کا ترجمہ "نائب" کیا۔ جو زیادہ حقیقت سے قریب ہے لیکن یہ لفظ حضرت داوٗدؑ کے لئے خاص طور پر کہنا یہ بھی بتاتا ہے کہ یہاں خلیفہ کے معنی نیابت الہیٰ کے طور پر اقتدار کا حاصل ہونا ہے (فصل الخطاب)

۲ محققین نے لکھا کہ خدا نے حضرت داوٗدؑ کو خلیفہ بنا کر حق وانصاف سے فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے یہ عقیدہ کہ خلیفہ وقت کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا کفر صریح ہے (روح)

***

ع ۱۲ / ۲

www.drhasanrizvi.org

بُرائیوں سے بچنے والوں کو ہم فاسقوں فاجروں جیسا کر دیں[1]؟ (۲۸) یہ وہ کتاب ہے (جو اِس برابری کی نفی کرتی ہے) جسے ہم نے اُتارا ہے وہ بڑی برکت والی[2] ہے، تاکہ یہ لوگ اُس کی آیتوں پر غور کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت اور سبق حاصل کریں (۲۹)

اور داؤدؑ کو ہم نے سلیمانؑ (جیسا بیٹا) عطا کیا۔ وہ بہت ہی اچھے بندے تھے۔ کثرت سے اَپنے پالنے والے مالک کی طرف لَو لگا کر رجوع کرنے والے (۳۰) جب شام کے وقت اُن کے سامنے خُوب سدھائے ہوئے تیز رفتار گھوڑے معائنہ کے لیۓ پیش کئے گئے (۳۱) تو اُنھوں نے کہا: "میں نے اِس مال اور گھوڑوں

فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ (۲۸)
كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۲۹)
وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (۳۰)
اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ (۳۱)

---

[1] محققین نے لکھا کہ اس آیت سے خدا کا عدل دو طرح سے ثابت کیا گیا ہے کافروں سے خطاب کر کے یہ کہا گیا ہے کہ کیا ہم ایسا ظلم کر سکتے ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ عقل عدالت خدا کو خدا کے لیۓ لازمی قرار دیتی ہے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ خدا کی عدالت کا انکار اور اس کی طرف ظلم کی نسبت دنیا کفار کا شیوہ ہے۔ اہل ایمان کی یہ شان نہیں۔ (فصل الخطاب)

***

[2] عربی میں برکت کے معنی دیرپا ہونے کے بھی ہوتے ہیں اب کتاب کو بابرکت کہنا بتاتا ہے کہ یہ کتاب باقی رہنے والی ہے۔ منسوخ ہونے والی نہیں۔ اور نہ فنا ہونے والی ہے۔ نیز یہ کہ اس کتاب پر جتنا غور کیا جائے گا اس کے حقائق و نکات کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ امام محمد باقرؑ نے قرآن کی صفت یہ بتائی کہ قرآن کے عجائب و غرائب کبھی ختم ہونے والے نہیں اس کے نادر مضامین فنا پذیر نہیں ہیں (الکافی و تفسیر فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

فَقَالَ اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ ۚ حَتّٰی تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوۡهَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَ الۡاَعۡنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدۡ فَتَنَّا سُلَیۡمٰنَ وَ اَلۡقَیۡنَا عَلٰی کُرۡسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

کی محبّت کو اَپنے رَب کی یاد کی وجہ سے اِختیار کیا ہے۔" (اَپنی بڑائی کی خاطر نہیں۔ حضرت سُلیمانؑ نے کیونکہ مال اور گھوڑوں کو خدمتِ خلق اور خدا کی راہ میں جہاد کے لئے اِختیار فرمایا تھا۔ اِس لئے اُن کو خَیر فرمایا) یہاں تک کہ جب وہ (سورج) نِگاہوں سے چُھپ گیا ﴿۳۲﴾ (تو اُنھوں نے فرشتوں کو حُکم دیا کہ) اُسے میرے پاس واپس لاؤ۔ پھر لگے (وضو کے لئے) اَپنی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے ﴿۳۳﴾

پھر ہم نے سلیمانؑ کا اِمتحان اِس طرح لیا کہ اُن کی کُرسی پر ایک (مُردہ یا ناکارہ) جِسم لا کر ڈال دیا۔ پھر اُنھوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا ﴿۳۴﴾ اُنھوں نے دُعا کی: اَے

ـلـه امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ایک دن شام کے وقت حضرت سلیمانؑ کے سامنے گھوڑے پیش ہو رہے تھے۔ وہ ان کو دیکھنے میں مشغول تھے کہ سورج چھپنے لگا۔ پس انہوں نے فرشتوں سے کہا کہ سورج کو ہمارے لئے لوٹا دو کہ ہم نماز ٹھیک وقت پر پڑھ لیں۔ چنانچہ سورج لوٹایا گیا حضرت سلیمان کھڑے ہوئے۔ اپنی پنڈلیوں اور گردن پر مسح کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا کیونکہ نماز کے لئے ان کا وضو یہی تھا۔ پھر انہوں نے نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو سورج ڈوب گیا اور ستارے نکل آئے۔ اس واقعے کو ان آیتوں میں بیان کیا گیا ہے (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۴ بحوالہ من لایحضرہ الفقیہ)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ
مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾
فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ
اَصَابَ ﴿٣٦﴾
وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾
وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾

پالنے والے مالک! مجھے معاف کر دے (یا) مجھے اپنی رحمت سے ڈھک لے۔ اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کی شان کے لائق نہ ہو (یا) مجھے ایسی سلطنت اور حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار (یا) مناسب نہ ہو۔ حقیقتاً تو بڑا عطا کرنے والا ہے" ﴿٣٥﴾ تو ہم نے ہوا تک کو اُن کے قبضے میں دے دیا۔ جو اُن کے حُکم سے، جدھر وہ چاہتے تھے، بڑی نرمی کے ساتھ چلتی تھی ﴿٣٦﴾ اور شیطانوں کو (بھی اُن کے قبضے میں دے دیا) جن میں ہر قسم کی عمارت بنانے والا اور غوطہ لگانے والا تھا ﴿٣٧﴾ اور دُوسرے بھی تھے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ﴿٣٨﴾ یہ ہماری

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کیونکہ جہاد مقصود تھا اس لئے جو چیزیں جہاد کرنے میں کام آئیں وہ بھی قابل التفات ہو جاتی ہیں۔

اور بعض مفسرین نے لکھا کہ گھوڑوں کے معائنہ کرنے میں کچھ نوافل پڑھنے سے رہ گئے تھے۔ اس لئے حضرت سلیمان نے گھوڑوں کو ذبح کر ڈالا اور فقراء کو کھلا دیا۔ (تفسیر کبیر)

***

(صفحہ ۱۶۵۹ کا بقیہ)

اچھوت سمجھا دیا ہے لیکن یہ قول اس لئے قابل قبول نہیں کہ انبیاء کبھی ایسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتے جس سے لوگ نفرت کریں (مجمع البیان)

لیکن یہ ممکن ہے کہ مرض قابل نفرت نہ ہو مگر شیطانی پروپیگنڈے کی وجہ سے لوگ دور رہنے لگیں تو یہ شان رسالت کے خلاف نہ ہوگا۔

برائی کو خدا کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی طرف نسبت دینا خاصان خدا کے آداب میں داخل ہے (تھانوی)

***

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾
وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾
وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ
الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾
اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾

عطا ہے۔ تمھیں اِختیار ہے جسے چاہے دو اور جس سے چاہو روک لو۔ کوئی حِساب کِتاب نہیں[1] ﴿٣٩﴾ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے لئے ہمارے ہاں بڑے تقرّب کا مقام اور انجام کی بہتری ہے ﴿٤٠﴾ ع

٣ع(٤)١٢

اور ہمارے بندے ایوّبؑ کا ذِکر کرو جب اُنھوں نے اپنے پالنے والے مالک کو پُکارا کہ شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے[2] ﴿٤١﴾ (ہم نے کہا) اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ یہ ٹھنڈا پانی موجود ہے نہانے کے لئے بھی اور پینے کے لئے بھی ﴿٤٢﴾ پھر ہم نے اُنھیں اُن کے اہل وعیال "آل اولاد بھی واپس کر دی۔ اور اُن کے ساتھ

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "حضرت سلیمانؑ کو بڑا ملک عطا کیا گیا تھا" پھر اس آیت کا یہی حکم رسول خداؐ کے بارے میں جاری ہوا کہ ان کو خدا کی طرف سے اختیار تھا کہ جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں اور جس سے جو چاہیں روک دیں۔ مگر ایک بات حضرت سلیمانؑ سے بھی زیادہ رسول خداؐ کو دی گئی کہ خدا نے فرمایا کہ "رسولؐ جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ"۔ (سورہ حشر پارہ ٢٨ تفسیر صافی بحوالہ کافی)۔ ***

[2] یہاں مصائب جسمانی مراد نہیں بلکہ ذہنی کشمکش مراد ہے جو حضرت ایوبؑ کو نعمتوں کے زوال پر اور مصائب کی فراوانی پر تھی۔ اسی کو آپ شیطان کی وسوسہ انگیزی فرما رہے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ان کو سراسر بے جا اور غلط سمجھتے ہیں (تبیان)

دوسرا بیان کہ شیطان کی وسوسہ انگیزی کو انہوں نے اپنے متعلق نہیں فرمایا تھا بلکہ عام لوگوں کے لئے کہا تھا کہ شیطان نے عام لوگوں کو مجھ سے نفرت دلا کر مجھے

(بقیہ صفحہ ١٦٥٨ پر)

www.drhasanrizvi.org

اَپنی رحمت سے اُتنے ہی اور (بھی دیئے) عقل و فکر رکھنے والوں کے لئے یادگار سبق کے طور پر۔ (یعنی اس میں صاحبانِ عقل کے لئے یہ سبق ہیں کہ اِنسان[1] کو بلاؤں پر صبر کرنا چاہیئے۔ نہ[2] اَچھے حالات میں خدا کو بھول کر سرکش بن جانا چاہیئے اور نہ[3] بُرے حالات میں خدا سے مایوس ہو جانا چاہیئے۔ ہر[4] فائدہ اور نقصان خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ[5] ہر طرح بندے کا اِمتحان لیتا ہے۔ اِس[6] لئے ہر حال میں خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور اُسی[7] سے آس لگانی چاہیئے) (۴۳) (پھر ہم نے ان سے کہا) اَپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک گچھا (یا) جھاڑو لے کر اُس کو (اَپنی بیوی کو) مار دو۔ اور اَپنی قسم نہ توڑو۔[1]

وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٤٣﴾
وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا

---

[1] یہاں درخت کی پتلی پتلی ٹہنیوں کو جو قمچیوں کے طور پر استعمال ہوتی ہیں ان کا گٹھا مراد ہے (لغات القرآن نعمانی جلد ۴ صفحہ ۴۰)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بات پر حضرت ایوب نے اپنی زوجہ کے لئے قسم کھائی تھی کہ انہیں سو چھڑیاں لگائیں گے لیکن وہ بیوی مقربان الہیٰ میں سے تھیں لہذا خدا نے ایسی صورت بتائی کہ ان کی قسم بھی پوری ہو جائے اور اس خاتون کو کوئی تکلیف بھی نہ پہنچے (تبیان)

اس قصے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ احکام میں ہر جگہ حیلہ جائز ہے -- جس حیلہ کی غرض شرعی احکام کی نفی یا ابطال ہو وہ حرام ہے البتہ جس میں یہ مقصد نہ ہو بلکہ کسی شرعی کام کی تحصیل مقصود ہو وہ جائز ہے لیکن ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ حیلہ صرف اور صرف حضرت ایوبؑ کے لئے تھا اور کسی کے لئے جائز نہیں (روح)

***

www.drhasanrizvi.org

وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۴۴
وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝۴۵
اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝۴۶

بے شک ہم نے اُسے صبر کرنے والا پایا۔ بڑا ہی اچھا بندہ۔ حقیقتاً وہ اَپنے مالک کی طرف بہت لَو لگانے والے اور بڑا رجوع کرنے والے تھے ﴿۴۴﴾

اور ہمارے بندوں اِبراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا ذِکر کیجیٔ جو بڑی قوّتِ عمل رکھنے والے اور بڑی گہری نگاہوں والے تھے ﴿۴۵﴾ ہم نے اُنھیں عالِمِ آخرت کو یاد رکھنے کی پُرخلوص صِفت کے ساتھ مخصوص کیا تھا[1] (یا) ہم نے اُن کو ایک خالص صفت کی بِنا پر چُنا تھا اور وہ آخرت کے گھر کی یاد تھی (یعنی ان کی بلندیوں کی اصل وجہ یہ تھی کہ اُن کی ساری فکر اور ساری کوششیں آخرت کے لئے تھیں۔ وہ خود

[1] خاصان خدا اور مقبولین حق کی اصل امتیازی خصوصیات ان کی یاد آخرت اور اس کا ہر وقت استحضار ہوتا ہے کیونکہ آخرت ہی اصل ٹھکانا ہے (روح)

***

www.drhasanrizvi.org

بھی آخرت کو یاد رکھتے تھے اور دُوسروں کو
بھی یاد دِلاتے رہتے تھے) (۴۶) بلاشُبہ وہ ہمارے
نزدیک چُنے ہوئے نیک لوگوں میں سے تھے (۴۷)
اور اِسماعیلؑ، الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا ذکر کرو۔
یہ سب کے سب نیک لوگوں میں سے تھے[ل] (۴۸)
غرض یہ بڑا اہم تذکرہ ہے۔ اور حقیقت یہی
ہے کہ خدا کی عظمت سے متاثر ہو کر بُرائی
سے بچنے والے مُتّقین کے لئے اَنجام کی بہتری
ہی بہتری ہے (۴۹) ہمیشہ رہنے والی
جَنّتیں جن کے دروازے اُن کے لئے کھُلے
ہوں گے (۵۰) وہ اُن میں تکیوں سے لگے ہوئے
بَیٹھے ہوں گے۔ مَنگوا رہے ہوں گے کھانے
اور پینے کی بہت سی چیزیں (۵۱) اور اُن کے

وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ (۴۷)
وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ (۴۸)
هَٰذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ (۴۹)
جَنَّاتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ (۵۰)
مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ (۵۱)

ل۔ "الیسع" اخطوب کے بیٹے تھے اور ان کو حضرت الیاسؑ نے بنی اسرائیل پر خلیفہ مقرر کیا تھا اور اس کے بعد خدا نے ان کو نبی بنایا اور "ذوالکفل" حضرت یوشع بن نون جو حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے ان کا دوسرا نام ہے (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۶)

بعض جدید مفسرین نے "ذوالکفل" سے مہاتما گوتم بدھ مراد لیا ہے کیونکہ "ذو" کے معنی والا اور کفل کپل کا معرب ہے۔ اس طرح اس کے معنی "کپل والا" ہوئے کیونکہ مہاتما گوتم بدھ "کپل دستو" کے رہنے والے تھے۔

***

پاس شرمیلی ہم عُمر حُوریں ہوں گی[۱] ﴿۵۲﴾ یہ وہی ہے جس کا حِساب کے دِن عطا کرنے کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿۵۳﴾ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہمارا دیا ہوا رِزق ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ﴿۵۴﴾ یہ (تو ہے مُتّقین کا اَنجام) اور سرکشوں کے لئے اَنجام کی بُرائی ہی بُرائی ہے ﴿۵۵﴾ جہنّم ہی جہنّم جس میں وہ جُھلسائے جائیں گے (یا) جس کی گرمی وہ اُٹھائیں گے۔ تو بہت ہی بُرا ہے وہ ٹِھکانا ﴿۵۶﴾ یہ ہے اُن کے لئے۔ پس وہ مزے چکھیں گرم کھولتے ہوئے پانی، کچّے خُون اور پیپ کا ﴿۵۷﴾ اور اِسی صُورت کی دُوسری مِلتی جُلتی ہوئی تلخیوں کا ﴿۵۸﴾ یہ بڑا گروہ اور فوج کی فوج ہے جو تمھارے ساتھ ساتھ (جہنّم میں) گُھس

وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ ﴿۵۲﴾
هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۵۳﴾
اِنَّ هٰذَا لَرِزۡقُنَا مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾
هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيۡنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾
جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ۚ فَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۵۶﴾
هٰذَا ۙ فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾
وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ ﴿۵۸﴾

---

[۱] "اتراب" سے مراد ہم سن یا ہم عمری نہیں بلکہ شوق اور پسند میں ہم آہنگی، عادات و جذبات میں یکسانی غرض ہر ایسی باہمی مناسبت مراد ہے جو لطف کو بڑھا دے۔ (راغب)

محققین نے نتیجے نکالے (۱) مباح یا حلال عورتوں کی طرف رغبت نہ حب الٰہی کے منافی ہے اور نہ کمال کے منافی ہے۔ (۲) خدا کی نگاہ میں عورتوں کے لئے پسندیدہ معیار عورتوں کے لئے نیچی نگاہ رکھنا ہے عورتوں کا سوشل یا ایڈوانس ہو کر بے شرم ہو جانا پسندیدہ نہیں (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

گھُس کر داخل ہو رہی ہے، اُنھیں خوشی نہ ہو۔
اُنھیں تو اُسی آگ کی گرمی کو برداشت کرتے
رہنا ہے (یا) یہ آگ میں جھلسنے والے ہیں[۱] ۵۹
جہنّمیوں نے (آنے والی فوج سے) کہا: "بلکہ تم ہی
جھُلسے جا رہے ہو۔ تمھارے لئے خوشی نہ ہو۔ تم
ہی یہ دن ہمارے سامنے لائے ہو۔ کیسا بُرا ہے
یہ ٹھکانا" ۶۰ پھر وہ کہیں گے: "اَے ہمارے
مالک! جو ہمارے سامنے اِس (انجام کو) لایا
اُس کو جہنّم کی دوگنی سزا دے" ۶۱ پھر وہ آپس
میں کہیں گے: "آخر کیا بات ہے ہم یہاں اُن
لوگوں کو نہیں دیکھتے جنھیں ہم بہت ہی بُرے
آدمیوں میں شمار کرتے تھے؟ ۶۲ ہم نے تو اُن
کا بڑا مذاق اُڑایا تھا، یا ہماری نظریں اُن

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۵۹

قَالُوا بَلْ أَنتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۶۰

قَالُوا رَبَّنَا مَن قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۶۱

وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُم مِّنَ الْأَشْرَارِ ۶۲

أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ۶۳

---

[۱] یہ بات سرکش کافروں اور ظالموں کے سرداروں سے جہنم میں داخلے کے وقت کہی جائے گی۔ ان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کی فوجیں کی فوجیں ہوں گی اقتحام کے معنی چھوٹے سے دروازے سے بہت بڑے مجمع کا گزرنا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۶)

رسول خداؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جہنم ان پر ایسا تنگ ہو جائے گا جیسی تیر کا پیکان تنگ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان و تفسیر قمی)

***

www.drhasanrizvi.org

کے دیکھنے سے چُوک رہی ہیں؟"[۱] (۶۳) بے شک یقیناً
اَیسا ہی واقعاً ہونا ہے (یا) بے شک یہ بات
بالکل سچّی ہے۔ جہنّم والوں میں یہی کچھ جھگڑے
ہونے والے ہیں (۶۴) ع

فرما دیجئے کہ: "میں تو بس (بُرائی کے
بُرے اَنجام سے) ڈرانے والا ہوں۔ اور کوئی
خدا نہیں ہے سِوا اللہ کے، جو یکتا ہے، زبردست
اور سَب پر غالب، (۶۵) آسمانوں اور
زمین کا، اور اُن کے درمیان کی چیزوں کا
پالنے والا مالک ہے، جو زبردست عِزّت والا
بھی ہے اور بڑا معاف کرنے والا بھی" (۶۶)
اُن سے کہئے کہ: "یہ بہت بڑی خبر ہے، (۶۷)
جِس کو سُن کر تم مُنہ پھیر لیتے ہو (یا) جس

ع ۲۴/۱۲

إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ (۶۴)
قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۶۵)
رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ (۶۶)
قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ (۶۷)

---

[۱] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا" تم لوگ (ہمارے دوست) تو جنت میں نعمتوں کے مزے اڑا رہے ہو گے اور تمہارے دشمن تمہیں جہنم میں تلاش کر رہے ہوں گے ---- مگر تم وہاں کہاں؟ یہ دشمنان آل محمدؑ ہوں گے جو جہنم میں دوستان آل محمدؑ کے لئے اشرار کا لفظ استعمال کر کے ان کو تلاش کر رہے ہوں گے" (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۶ - البصائر)

***

www.drhasanrizvi.org

سے تم بے پروائی اِختیار کیئے ہوئے ہو ﴿۶۸﴾ مجھے تو عالمِ بالا کے رہنے والوں کا کوئی عِلم نہ تھا جب وہ سوال وجواب یا بحث مباحثہ کر رہے تھے ﴿۶۹﴾ مجھے تو وحی کے ذریعہ سے یہ باتیں صرف اِس لئے بتائی جاتی ہیں کہ میں صاف صاف کھُلا کھُلا خبردار کرنے والا (یا بُرائی کے بُرے انجام سے) ڈرانے والا ہوں" ﴿۷۰﴾

جب تیرے پالنے والے مالک نے فرشتوں سے کہا: "میں مٹّی سے ایک اِنسان بنانے والا ہوں ﴿۷۱﴾ تو جب میں اُسے پُوری طرح تیّار کر لوں اور اُس میں اپنی خاص رُوح میں کا ایک جزو پھُونک دُوں، تو تم اُس کے آگے سجدے میں گر جانا[۱]" ﴿۷۲﴾ تو جتنے فرشتے

اَنۡتُمۡ عَنۡهُ مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۶۸﴾
مَا كَانَ لِىَ مِنۡ عِلۡمٍۭ بِالۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰٓى اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۶۹﴾
اِنۡ يُّوۡحٰۤى اِلَىَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۰﴾
اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِيۡنٍ ﴿۷۱﴾
فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ ﴿۷۲﴾

---

[۱] سجدے کے یہاں معنی محض انکساری عاجزی اور تواضع کے ہیں یا سجدہ تعظیمی مراد ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سجدہ اللہ ہی کے لئے تھا (مدارک)

امام رازی نے کہا کہ خدا کا اپنی روح میں سے فرمانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ روح ایک محترم جوہر ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خلقت انسانی کی تکمیل دو چیزوں پر موقوف ہے (۱) جسم کا ٹھیک ٹھاک ہونا اور (۲) روح کا خدا کی طرف سے داخل ہونا (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

تھے' سب کے سب نے سجدے کئے (۷۳) سوا اِبلیس
کے۔ اُس نے تکبّر کیا اور وہ کافروں ہی میں
سے تھا (۷۴) خدا نے کہا: "اَے اِبلیس! تجھے
کِس چیز نے اِس کے سامنے سجدہ کرنے سے روکا
جسے میں نے خود اپنے دونوں ہاتھوں (یعنی)
اَپنی قدرتِ خاص سے پَیدا کیا ہے؟ تُو بڑا
بن رہا ہے یا تُو واقعی اُونچے درجے والی
ہستیوں میں سے تھا[1]؟" (۷۵) اِبلیس نے جواب
دیا: "میں اُس سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ
نے مجھے تو آگ سے پَیدا کیا تھا' اور اُس کو مٹّی
سے" (۷۶) خدا نے فرمایا: "اَچّھا تُو یہاں سے
نکل۔ حقیقتاً تُو مَردُود ہے (یعنی) تُو رَد کیا ہوا
ہے (یا) تُو ہمیشہ کے لئے راندہ ہوا ہے (۷۷)

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۷۳
اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۴
قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ
بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝۷۵
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ
مِنْ طِيْنٍ ۝۷۶
قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۷۷

---

[1] ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم رسول خداؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا کہ خدا کا شیطان سے یہ فرمانا کہ "تو بڑا بن رہا ہے یا تو واقعی اونچے درجے والوں میں سے تھا" کا کیا مطلب ہے؟ وہ کون لوگ ہیں جو فرشتوں سے بھی اونچے درجے کے تھے؟ رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ (بحار الانوار علامہ مجلسی جلد ۶۔ صفحہ ۸)

خدا کے ہاتھ سے مراد خدا کی قدرت بھی لی گئی ہے اور خدا کی نعمت بھی۔ اس سے مراد خدا کی عنایت خاص بھی ہے اور اس سے آدم کی تخلیق بلاواسطہ بھی مراد لی گئی ہے (امام رازی۔ قرطبی)

خدا کے دو ہاتھوں سے مراد صوفیاء کرام نے صفات جمال وجلال کو لیا ہے کہ یہی ام الصفات ہیں (روح)

***

یقیناً تجھ پر بدلہ کے دِن تک میری لعنت اور
پھٹکار ہے[۱] (یعنی) تیرے لئے ہمیشہ میری رحمت
سے دُوری ہی دُوری اور محرُومی ہی محرُومی
ہے" ۷۸ اِبلیس بولا : "اَے میرے مالک ! یہ بات
ہے تو پھر مجھے اُس وقت تک کے لئے مُہلت
دے دے جَب (سَب) لوگ دوبارہ اُٹھائے
جائیں گے" ۷۹ فرمایا : "تجھے موقع دیا جاتا ہے" ۸۰
اُس دن تک جِس کا وقت مجھے معلوم ہے" ۸۱
اِبلیس نے کہا : "تیری عِزّت کی قسم۔ میں اُن
سَب کو گمراہ کرکے رہوں[۲] گا" ۸۲ سِوا تیرے
خالِص نِکھارے ہوئے بَندوں کے" ۸۳ اِرشاد
ہوا کہ : "پھر یہ بھی حقیقت ہے اور جو حقیقت
ہوتی ہے وہی میں کیا کرتا ہوں" ۸۴ کہ میں

وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۷۸
قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۷۹
قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۸۰
اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۸۱
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۸۲
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۸۳
قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۸۴

۱؎ "قیامت کے دن تک" محاورہ میں مراد ہمیشگی کے ہوتے ہیں مراد ہرگز یہ نہیں کہ قیامت کے دن شیطان کی ملعونیت ختم ہو جائے گی۔ (مدارک)

***

۲؎ امام رازی نے لکھا کہ یہاں شیطان نے گمراہی کو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے جب کہ دوسری جگہ اس نے کہا تھا کہ "مالک کیوں کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے" ن دونوں باتوں کو جمع کرنے سے معلوم وتا ہے کہ شیطان اس باب میں حیران ہے لہ گمراہی کی نسبت کس کی طرف دی جائے ۔ (تفسیر کبیر)

مسلک اہلبیتؑ رسولؐ کے اعتبار سے لراہی کی نسبت خدا کی طرف نہیں دی جا سکتی۔ حضرت ایوبؑ نے قرآن میں برائی کی سبت شیطان کی طرف دی ہے (حیات لقلوب)

***

جہنّم کو لازمی طور پر تجھ سے اور اُن سب
لوگوں سے بھر دُوں گا جو تیری پیروی
کریں گے" ﴿۸۵﴾
کہیئے کہ میں تم سے اِس (پیغام کے لانے)
پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ میں زبردستی
کی بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے ہوں[1] ﴿۸۶﴾ یہ
(قرآن) نہیں ہے سِوا تمام جہان والوں کے
لئے نصیحت اور ہدایت کے ﴿۸۷﴾ اور تھوڑی سی
مدّتِ (اِمتحان) کے بعد تمھیں خود اِس کا
حال معلوم ہو جائے گا (یعنی
موت کے دروازے پر پہنچتے ہی
تمھیں پتہ چل جائے گا کہ حقیقت وہی
ع ۵ ۱۴ ہے جو میں بتا رہا ہوں) ﴿۸۸﴾

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾
قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ
الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾
ع وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾

---

[1] آیت کا مطلب یہ ہے کہ "میں زبردستی کی باتیں کرنے والوں میں سے نہیں ہوں" یعنی بغیر مستحکم دلائل کے خواہ مخواہ دعوائے رسالت کرنے والا نہیں ہوں۔ (تبیان)

یعنی میں خدا کی طرف سے مامور ہوا ہوں ورنہ بلا وجہ از خود یہ زحمت کیوں اٹھاتا (جلالین)۔ منافقوں نے کہا تھا کہ "کیا محمدؐ کے لئے یہ کافی نہ تھا کہ بیس برس سے ہمیں دبائے رکھا اب یہ چاہتا ہے کہ اپنے اہل بیتؑ کو ہماری گردنوں پر سوار کر دے اگر محمدؐ قتل کر دیئے گئے یا اپنی موت مرگئے تو ہم ان کے اہل بیتؑ سے ضرور جھگڑا کریں گے اور خلافت ان تک ہرگز نہ جانے دیں گے۔

خدا نے اس کا جواب دیا کہ "کہیئے کہ میں زبردستی کی اپنی بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے نہیں ہوں" یعنی میں نے جو اجر مانگا ہے وہ خدا کے کہنے پر مانگا ہے اور تمہارے ہی فائدے کے لئے مانگا ہے۔ از خود اپنی طرف سے زبردستی نہیں مانگا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۷)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

اٰیاتہا ۷۵ (۳۹) سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ رُکُوْعَاتُہَا ۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ①

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ

آیات ۷۵ سورۂ زُمر مکّی رکوعات ۸

گروہوں (کے ذکر) کا سورہ

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا ہے بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○ اِس کتاب (قرآن) کا اُتارا جانا اللہ کی طرف سے ہے[1]، جو عزّت اور زبردست طاقت والا گہری حقیقتوں کے مطابق دانائی پر مبنی بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے ① ہم نے آپؐ پر یہ کتاب سچّائی کے ساتھ اُتاری ہے (یعنی اِس میں جو کچھ ہے وہ حق ہی حق اور سچّائی ہی سچّائی ہے۔ باطل کی کوئی ملاوٹ نہیں) تو اللہ کی بندگی (عاجزانہ اِطاعت) اِختیار کیجئے، دین کو

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ایک دفعہ عام مسلمانوں نے رسول خداؐ سے کہا "یارسول اللہؐ! جن جن لوگوں پر قابو ہوتا جائے اگر آپ زبردستی ان کو اسلام میں داخل کرتے جائیں گے تو ہماری تعداد بڑھ جائے گی اور ہم اپنے دشمنوں کے مقابلے میں بہت قوی ہو جائیں گے" رسول خداؐ نے جواب دیا کہ "میں خدا کے سامنے بدعتی بن کر نہیں جانا چاہتا میں کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا جس کا مجھے اللہ نے حکم نہ دیا ہو اور میں بے جا زبردستی کی تکلیف دینے والا نہیں ہوں" (التوحید)

***

[1] تنزیل اور انزال میں فرق یہ ہے کہ تنزیل میں ترتیب سے ایک کے بعد دوسرے حصہ کا اتارنا مقصود ہوتا ہے اور انزال عام ہے یعنی ایک دم سے کسی چیز کے اتارنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

***

www.drhasanrizvi.org

مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝۲
اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى
اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ

اُس کے لئے خالص رکھتے ہوئے (یعنی زندگی میں
ایسا طرزِ عمل اختیار کیجئے جو خدا کی بالاتری
اور حکومت کو تسلیم کرے اور اِس بندگی
بالاتری اور اِطاعت میں خدا کے سِوا کسی دُوسرے
کو شامل نہ کیجئے) (۲) معلوم رہے (یا) خبردار
دین کا مرکز صرف اللہ ہے (یا) اِطاعت صرف
اللہ ہی کے لئے ہے۔ (یعنی خالص اور بلاشرکت
اِطاعت و بندگی صرف اللہ کا حق ہے۔ بندگی
کا مُستحق کوئی دُوسرا نہیں کہ خدا کے ساتھ ساتھ
اُس کے احکام و قوانین کی بھی اِطاعت کی
جائے) رہے وہ لوگ جنھوں نے خدا کے سِوا دُوسرے
سرپرست بنا رکھے ہیں (اور اُس کی دلیل یہ
دیتے ہیں کہ) ہم تو اُن کی بندگی یا پوجا پاٹ[1]

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا اللہ قیامت کے دن ہر اس چیز کو جس کی خدا کے سوا عبادت کی جاتی تھی۔ سورج ہو یا چاند یا کوئی اور چیز۔ حاضر کرے گا اور ہر انسان سے اس کی عبادت کرنے کی وجہ پوچھے گا تو ہر شخص یہ کہے گا کہ ہم تو ان کی عبادت اس لئے کرتے تھے کہ ان کے ذریعے تیرا قرب حاصل ہو جائے۔ اس وقت خدا فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان کو اور جن جن کی عبادت کی گئی ہے سوا ان کے جن کو میں پہلے ہی مستثنیٰ کر چکا ہوں جہنم میں پہنچا دو۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۷ بحوالہ قرب الاسناد)

***

www.drhasanrizvi.org

فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰى مِمَّا يَخۡلُقُ

صرف اِس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کی بارگاہ میں قریب کر دیں (یا) وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔ توحقیقتاً اللہ ہی اِن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اِختلاف کر رہے ہیں۔ حقیقتاً خدا ایسے شخص کو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا جو بڑا جھوٹا منکر اور ناشُکرا ہو۔ (یاد رہے کہ کفر و شِرک کی اصل بُنیاد مَن گھڑت خدا بنانا ہے جو جھُوٹ ہے اور خدا کی نِعمتوں کی ناشُکری کرنا ہوتا ہے) ③

اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو اَپنا بیٹا بنائے تو اَپنی مخلوقات میں سے جِسے چاہتا منتخب کرلیتا۔ پاک ہے وہ اِس سے[1] (کہ وہ کسی کو

[1] آغاز آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف بیٹا بنانے کی نفی ہو رہی ہے مگر ساتھ ہی سبحانہٗ کا لفظ بتاتا ہے کہ حقیقی بیٹا ہونے کی بھی نفی کی جا رہی ہے۔ کیونکہ اولاد کا ہونا شان الوہیت کے خلاف ہے غرض دونوں باتوں کی رد ہو گئی کہ چاہے کوئی یہ کہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں یا کوئی یہ کہے کہ خدا نے ان کو اپنا بیٹا بنالیا ہے خدا ان دونوں باتوں سے بلند اور پاک ہے (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ
عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ
الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾

اَپنا بیٹا بنائے۔ کیونکہ اَولاد کی خواہش ناقص کو ہوتی ہے کہ وہ فانی بھی ہوتا ہے اور محتاجِ اِمداد بھی۔ اِس لئے اپنی نسل کی بقا یا محبّت کے جذبہ سے مغلوب ہو کر بیٹا بیٹی چاہتا ہے) وہ اللہ ہے۔ اکیلا اور سب پر غالب ﴿۴﴾ اُسی نے آسمانوں اور زمین کو سچّائی کے ساتھ (بامقصد) پَیدا کیا ہے۔ وہی دِن پر رات کو، اور رات پر دِن کو لپیٹتا ہے۔ وہی سُورج اور چاند کو قابو میں کئے ہوئے ہے کہ (اُن میں سے) ہر ایک، ایک وقتِ مقرّرہ تک چلے ہی چلا جا رہا ہے[1] (اس لئے) جان لو کہ وہی خدا زبردست طاقت والا، عزّت والا بھی ہے اور ہر چیز کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لینے

[1] متکلمین نے نتیجہ نکالا کہ یہ کائنات ایک حقیقت ہے۔ وہم و شک یا گمان وخیال نہیں جیسا کہ فلاسفہ سفطائیہ کا مسلک ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۶

والا بھی ۝۵ اُسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر اُسی جان سے اُس کے شریکِ زندگی کو پیدا کیا۔ اور اُسی نے تمھارے لئے مویشیوں میں سے آٹھ[۸] نر و مادہ پیدا کئے (مُراد اُونٹ گائے، بھیڑ، بکری کے جوڑے)۔ وہ تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں تین[۳] تین[۳] اندھیرے پردوں کے اندر (مُراد پیٹ، رحم اور وہ جھلی جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے) تمھیں ایک کے بعد دُوسری شکل دیتا ہی چلا جاتا ہے[لے]۔ یہی اللہ (جو یہ سب کچھ کرتا ہے) تمھارا پالنے والا مالک ہے۔ سلطنت اور حکومت اُسی کے لئے ہے۔ کوئی خدا نہیں سِوا اُس کے۔ پھر تم کِدھر سے پھرائے گھُمائے جا رہے ہو؟ (یعنی پھر کون تمھیں

لے حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا "پہلا اندھیرا پیٹ کا ہوتا ہے۔ دوسرا رحم کا اور تیسرا اس جھلی کا جس میں بچہ لپٹا رہتا ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۳ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنۡكُمۡ ۗ وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ ۚ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَكُمۡ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝۷

اُلٹی پٹّی پڑھائے چلا جا رہا ہے کہ اِتنی سیدھی سی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی) ⑥

اگر تم ناشُکراپن اور حقیقتوں کے اِنکار کی راہ اِختیار کرتے ہو تو حقیقت یہ ہے کہ خدا تم سے بالکل بے نیاز ہے۔ لیکن وہ اَپنے بندوں کے ناشُکرے پن اور اِنکارِ حق کو پسند نہیں کرتا۔ ہاں اگر تم شُکر کرو تو وہ تمھارے لئے اس کو پَسند کرتا ہے[1]۔ اور کوئی ایک بوجھ اُٹھانے والا دُوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ پھر تم سب کو اَپنے پالنے والے مالک کی طرف پلٹنا ہے۔ پھر وہ تمھیں بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ تو دِلوں کے حال تک کو جاننے والا ہے ⑦

[1] محققین نے لکھا کہ قرآن کی دوسری بے شمار آیتوں کی طرح یہ آیت بھی انسان کے فاعل مختار ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ جب خدا یہ فرما رہا ہے کہ وہ کفران نعمت سے راضی نہیں اور شکر گزاری سے راضی ہے۔ تو اگر افعال انسانی خدا کے جبر سے ہوتے تو کفران نعمت کا وجود ہی ناممکن ہوتا۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ
ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا
اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ
سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ
اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧
اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ

اور جب آدمی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اپنے پالنے والے مالک کو پکارتا ہے اُس سے لو لگائے ہوئے (یا) اُس کی طرف پوری طرح رجوع کیے ہوئے۔ پھر جب وہ اپنی طرف سے اُسے کوئی نِعمت عطا کر دیتا ہے، تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے پکار رہا تھا۔ اور دُوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہرانے لگتا ہے، تاکہ خدا کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کرے۔ کہہ دیجئے کہ: "کچھ دن اپنے اس کفرِ نِعمت سے لُطف اُٹھالے۔ حقیقتاً تو جہنّمیوں میں سے ہے"[1] ⑧ (اِس کے مقابلے میں) کیا وہ شخص (بہتر نہیں) جو[1] خدا کا مُطیع فرمان ہو کر عبادت کرنے والا ہے، رات[2] کے اوقات

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "یہ آیت ابوالفضل کے بارے میں اتری ہے۔ اس کے نزدیک رسولؐ خدا معاذ اللہ جادوگر تھے جب یہ شخص بیمار ہوتا تھا تو رسول خداؐ کی شان میں جو کہہ چکا ہوتا تھا اس کے انجام سے ڈر ڈر کر خدا سے دعائیں مانگا کرتا تھا اور جب تندرست ہو جاتا تھا تو سب کچھ بھول جاتا تھا اور رسول خداؐ کی شان میں پھر بے ادبی کرتا تھا۔ خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ "اس سے کہہ دو کچھ دن اپنے اس کفر نعمت کا مزہ اٹھا لے حقیقتاً تو جہنمیوں میں سے ہے" (الکافی)
اس آیت سے بھی محققین نے ثابت کیا کہ قرآن میں ہر جگہ تخاطب رسولؐ سے نہیں ہوتا۔ عام انسانوں سے بھی ہوتا ہے

***

میں سجدے کرتا ہے، (خدا[۳] کے حضور میں) کھڑا
رہتا ہے، آخرت[۴] سے ڈرتا ہے اور اَپنے[۵] پالنے
والے مالک کی رحمت کی اُمّید لگائے رہتا
ہے؟ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے کبھی
ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل والے
ہی قبول کرتے ہیں[۱] ع ⑨ ۱ ع ۹ ۱۵
کہیئے کہ: "اَے میرے بندو جو اِیمان لائے
ہو! اَپنے پالنے والے مالک (کی ناراضگی یا
نافرمانی) سے ڈرو، کہ جنھوں نے اِس دُنیا میں
نیک کام کئے، اُن کے لئے (دُنیا اور آخرت
دونوں میں) بھلائی (ہی بھلائی) ہے۔ اورخدا
کی زمین وسیع ہے (اِس لئے اگر ایک جگہ تنگ
کئے جاوٴ تو دُوسری جگہ ہجرت کر جاوٴ) صبر

الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨ ع
قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا

[۱] محققین اور عارفین نے لکھا ہے کہ مقام خوف پر خدا نے صرف آخرت کا نام لیا اور امید ورجاء کے موقع پر خدا نے خود اپنا ذکر لفظ رب سے فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا سے امید رحمت رکھنے کا پہلو خوف پر غالب رہنا چاہیئے (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩
قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ⑪
وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫

کرنے والوں کو اُن کا اَجر و ثواب بے حَدو
بے حساب پُورا پُورا دیا جائے گا ⑩
آپؐ اُن سے کہہ دیں کہ: "مجھے تو یہ حُکم
دیا گیا ہے کہ میں خدا کی عبادت یا بندگی کروں
اُس کی خالص اِطاعت کرتے ہوئے (یا) دین
کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے اُس کی
اِطاعت کروں ⑪ اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا
ہے کہ سب سے پہلے میں خود اوّل نمبر کا
مسلمان بنوں۔" (یعنی میرا کام صرف دوسروں
کو خدا کی اِطاعت کرانا نہیں ہے۔ پہلے سب
سے زیادہ خود کرکے دِکھانا ہے۔ یعنی جو راہ
میں لوگوں کو دکھاتا ہوں، سب سے پہلے خود
اُس پر چلتا ہوں)[1] ⑫ کہیئے کہ:

[1] محققین نے لکھا کہ خدا کی طرف سے اولین مطلوب ہر بندے کے لئے یہی ہے کہ وہ اول نمبر کا مسلمان یا اطاعت گزار ہو۔ یہ اور بات ہے کہ اس کا مقصد بدرجہ اتم واکمل اسی سے پورا ہو جو مخاطب اول ہے یعنی رسول خداؐ کی ذات (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

"اگر میں اَپنے پالنے والے مالک کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں"ؔ ⑬ کہہ دیجئے کہ: "میں تو اَپنے دین (یا طریقۂ زندگی) کو اللہ کے لئے خالص کرکے (صرف) اُسی کی بندگی کروں گا ⑭ تم اُسے چھوڑ کر جس کی چاہو بندگی کرو۔" کہئے کہ اصل میں سخت نقصان اُٹھانے والے تو وہی ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اَپنے آپ کو اور اَپنے اہل و عیال کو نقصان پہنچایا۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یہی کھلا ہوا واضح نقصان ہے ⑮ اُن کے اُوپر بھی آگ کا سائبان یا چھتریاں ہوں گی اور نیچے بھی۔ یہی وہ انجام ہے جس سے اللہ اَپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ پس اے میرے بَندو! میرے

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ⑬
قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ⑭
فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ⑮
لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ

---

[1] پیغمبر تو معصوم ہوتے ہیں جن سے ترک توحید کا کوئی احتمال ہی نہیں مگر اندیشہ عذاب کا وہ تک ذکر کریں تو غیر معصوم کو کس قدر ڈرنا چاہیے (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

فَاتَّقُوْنِ ⑯
وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ⑰
الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑱

غیظ و غضب سے بچو ⑯
(بخلاف اِس کے) جن لوگوں نے 'طاغوت'
(یعنی) اِنتہائی درجے کے سرکش ظالم حکّام' یا
جھوٹے خداؤں کی عبادت (اطاعت) سے خود کو
بچائے رکھّا' اور[1] اللہ کی طرف رجوع کر کے
اُسی سے لَو لگائے رکھّی' اُن کے لئے خوشخبری
(ہی خوشخبری) ہے۔ تو (اَے نبیؐ) میرے اُن
بندوں کو خوشخبری دے دو ⑰ جو ہر بات کو غور
سے سُنتے ہیں پھر اُس کے سب سے اَچھّے حِصّے کی
پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ ہیں جن کو اللہ نے
ہدایت کی توفیق دی (یا) جن کی خدا نے خاص
طور پر رہنمائی کی ہے اور یہی ہیں صاحبانِ عقل[2] ⑱
تو کیا جس پر عذاب کا فیصلہ سچ ہو کر لکھّا

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ " جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے وہ تم ہو۔ اور جس شخص نے بھی کسی ظالم کی اطاعت کی تو اس نے گویا اس کی پرستش یا عبادت کی " (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۸ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

[2] حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے کہ " اللہ نے اپنی کتاب میں (اس آیت میں) اہل عقل و فہم کو بشارت دی ہے " (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۸ بحوالہ کافی)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا " یہ خوشخبری ان بندوں سے متعلق ہے جو حدیث کو غور سے سنیں اور جیسی سنیں ویسی ہی بیان کریں نہ کچھ بڑھائیں اور نہ کچھ گھٹائیں " (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۸)

خدا کا یہ فرمانا کہ " وہ اس کے بہترین حصے کی پیروی کرتے ہیں " کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو حق اور باطل میں تمیز کرتے ہیں اور اطاعت کے لئے افضل سے افضل کام کو اختیار کرتے ہیں۔ یا افضل کے بعد دوسرے افضل کام کو اختیار کرتے ہیں (تفسیر صافی)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

جا چکا ہو (یعنی جس نے اپنے آپ کو خدا کے عذاب کا مستحق بنا لیا ہو) تو کیا جو آگ میں گر چکا ہو اُسے تم بچا سکتے ہو؟[1] ⑲ البتہ جو لوگ اپنے پالنے والے مالک سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے اُونچے اُونچے محلات ہیں، جن پر اور محل پر محل بنے ہوئے ہیں۔ جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ⑳

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا۔ پھر اُس کو چشموں کے سوتوں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر بہا دیا۔ پھر اُس سے طرح طرح کی اور رنگ برنگ کی کھیتیاں نکالتا ہے۔ پھر وہ کھیتیاں پک کر سوکھ جاتی ہیں

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ⑲

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ⑳

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ یہ بات غلط ہے کہ انسان اپنے کانوں پر پہرے بٹھالے۔ صرف اپنی دلپسند باتیں سنے۔ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ سنو سب کی پھر اپنی عقل و ضمیر اور قوت استدلال سے فیصلہ کرو کہ کیا بات ماننے کے قابل ہے اور کیا بات ماننے کے قابل نہیں۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ جو کوئی اپنی طرف سے ہدایت کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس پر راہ ہدایت ضرور کھل جاتی ہے۔

***

[1] مطلب یہ ہے کہ جو ایمان کا ارادہ ہی نہ کرے اور خود کو اسباب ہلاکت سے بچانے کی فکر ہی نہ کرے اسے ہدایت اور ایمان کی دولت عطا کر دینا آپ کے امکان سے باہر ہے اور ایسے شخص پر افسوس کرنا بھی بیکار ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئیں۔ پھر اللہ
ان کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ درحقیقت اِس
میں عقل رکھنے والوں کے لئے سبق اور نصیحت
موجود ہے[۱] ع ﴿۲۱﴾ ۲ ع ۱۲ ۱۶
تو کیا پُوچھنا اُس کا جس کے سینے کو اللہ نے
اسلام کے لئے کھول دیا ہے[۲] (یعنی اُن کو ہر
قِسم کے دباؤ سے آزاد ہو کر خدا کی مکمّل اِطاعت
کی توفیق عطا ہوئی ہے) تو وہ اَپنے پالنے والے
مالک کی طرف سے ایک روشنی (نورُ) پر چل
رہا ہے۔ پس تباہی اور بربادی ہے اُن لوگوں
کے لئے جن کے دل اللہ کی نصیحت کی طرف سے
سخت رہیں۔ وہی لوگ کھُلی ہوئی گمراہی
میں پڑے ہیں ﴿۲۲﴾

أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ
حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾ ع ۲ ۱۶
أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ
مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ
أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾

---

[۱] اس آیت میں یاددہانی کی گئی ہے خالق کے وجود کی بھی اور انسان کی دنیا میں بچپن جوانی اور بڑھاپے کے انقلابات سے گزر کر آخری انجام کی بھی۔ (مجمع البیان)

زندگی میں کیسے کیسے کتنے دور گزرتے ہیں۔ پھر ہر تغیر میں کتنی حکمتیں ہوتی ہیں۔ بچپنے کے بعد جوانی کا تغیر اور جوانی کے بعد بڑھاپے کی تبدیلی حکمتیں رکھتی ہیں تو لازمی طور پر بڑھاپے کے بعد موت کی تبدیلی میں بھی خدا کی زبردست حکمتیں چھپی ہوں گی۔

***

[۲] سینے کو کھول دینے کے معنی خدا کا اپنی توفیقات کو شامل حال کر دینا ہے یعنی ایسا حوصلہ عطا فرمانا کہ جس کے سبب انسان ہر قسم کے شیطانی شبہات وسواس اور باپ دادا کی اندھی تقلید۔ ماحول کا دباؤ، ہر نگی حماقت اور ہر قسم کے ادنیٰ جذبات اور خیالات سے آزاد ہو کر حق کو قبول کر لے (مجمع البیان)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اللہ نے بہترین کلام اُتارا ہے۔ جس کے تمام اَجزاء ایک ہی رنگ پر ملتے جُلتے ہیں[ل]۔ اور جو برابر دُہرایا جانے والا ہے (یا) جس میں بار بار مضامین دُہرائے گئے ہیں۔ جس سے اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اَپنے پالنے والے مالک کے خوف سے ڈرتے ہیں۔ پھر اللہ کی طرف سے اُن کی کھالیں اور اُن کے دل نرم ہو کر اللہ کی یاد اور نصیحت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف کی ہدایت یا رہنمائی ہے۔ جس سے وہ جسے چاہتا ہے منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اُس کو کوئی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا (۲۳) تو کیا پوچھنا اُس کا جو اپنے کو قیامت کے دن

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

اس وضاحت کو سمجھنے کے بعد اس آیت کا سمجھنا آسان ہو گیا کہ جس میں خدا نے رسولؐ سے فرمایا تھا کہ "کیا ہم نے تمہارے سینے کو کھول نہیں دیا" اب وہ تمام تاویلیں غلط ثابت ہو گئیں کہ جن میں کہا گیا ہے کہ رسولؐ کے سینے کو چاک کیا گیا اور دل کو نکال کر دھویا گیا ایسی تمام تاویلیں شان رسالت کے بھی خلاف ہیں اور محاورات عرب اور استعمالات قرآن کے بھی (فصل الخطاب)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے رسول اللہؐ سے پوچھا "شرح صدر کس طرح ہوتا ہے"؟ رسول خداؐ نے فرمایا "جب دل میں نور داخل ہو۔ فنا ہو جانے والی دنیا سے بے رغبتی اور خدا کی طرف رغبت اور استقامت (معالم، تحفتہ العقول)

محققین نے نتیجے نکالے (۱) ہر مومن کسی درجے میں صاحب معرفت اور صاحب نور ہوتا ہے۔ (۲) اسلام سے نورانیت پیدا ہوتی ہے۔

***

ل بہترین کلام (احسن الحدیث) سے مراد

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

عذاب کی بُرائی سے بچالے ' اِس حال میں
کہ ظالموں سے کہہ دیا جائے گا کہ اَب
چکھو مزہ اُس کمائی کا جو تم کماتے (یا)
کرتے رہے تھے ﴿۲۴﴾

اِن سے پہلے بھی بہت سے لوگ اِسی طرح
جُھٹلا چکے ہیں۔ تو اُن پر (خدا کا) عذاب
اَیسی صورت سے آیا جس کا اُنھیں کوئی
خیال تک نہ تھا ﴿۲۵﴾ پھر تو اللہ نے اُنھیں
دنیا ہی کی زندگی میں بڑی ذلّت وخواری
کا مزہ چکھایا' اور آخرت کا عذاب تو اُس
سے کہیں زیادہ بڑا اور شدید ہو گا۔
کاش وہ لوگ جانتے ﴿۲۶﴾

ہم نے اِس قرآن میں[1] لوگوں کے لئے

أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ
وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾
كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ
مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾
فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَ
لَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

قرآن کریم ہے قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے سے معجزہ ہونے میں، معنی کی بلندی اور درستگی میں ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔ قرآن بعض باتیں بار بار دہرائی بھی گئی ہیں۔ ایسا اس لئے کیا گیا کہ یہ باتیں ذہن نشین ہو جائیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۹)۔

***

[1] قرآن کے معنی پڑھی جانے والی چیز۔ اللہ نے کیونکہ یہ نام رکھ دیا اس لئے قیامت تک پڑھا جائے گا۔ محققین نے لکھا کہ قرآن دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، مقالہ بر قرآن طباعت ۱۱)۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ

طرح طرح کی مثالیں پیش کر دیں، شاید
کہ وہ نصیحت قبول کرلیں (یا) شاید کہ وہ
ہوش میں آجائیں ﴿۲۷﴾ ایسا قرآن جو عربی[۱]
زبان میں ہے (یا) ایسا قرآن جو نہایت
فصیح، بلیغ، واضح، حسبِ حال، مناسب ترین
الفاظ اور پیرائے میں ہے، جس میں کوئی
ٹیڑھ نہیں ہے، تاکہ وہ بُرے انجام سے
بچ جائیں ﴿۲۸﴾
اللہ ایک مثال دیتا ہے۔ ایک آدمی ہے
جِس کے کئی بد اخلاق لوگ مالک ہیں جو آپس
میں جھگڑا کرنے والے بھی ہیں (یا) جو
اُسے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں[۲]۔ اور دوسرا
آدمی وہ ہے جِس کا پورا پورا مالک بس ایک

[۱] عربیاً کے اصل معنیٰ ایسا فصیح، بلیغ، واضح بیان جس میں کسی قسم کی کوئی لفظی یا معنوی کجی نہ ہو۔ (تفسیر کبیر)۔

***

[۲] روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ مومن ساری فکروں کو چھوڑ چھاڑ کر صرف ایک خدا سے لو لگائے رہتا ہے اور اللہ سے غافل، خدا کا منکر دنیا میں ہر طرح کی کشمکش میں گرفتار رہتا ہے۔ جب کہ مومن ہر غم کو اللہ پر چھوڑ چھاڑ کر خدا سے لو لگائے رکھتا ہے۔
بقول شاعر۔
"جو غم ملا اسے غم جاناں بنادیا"
اس لئے مومن ہر قسم کی سخت ذہنی کشمکش سے آزاد اور بے فکر رہتا ہے۔
(ماجدی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

ہی شخص ہے۔ کیا اِن دونوں کا حال ایک جیسا ہو سکتا ہے؟ شُکر خدا کا۔ (کہ اِس مثال سے سب کو ماننا پڑ گیا کہ ایک آقا کی بندگی بہت سے آقاؤں کی بندگی سے کہیں بہتر ہے[1]) مگر اُن میں کے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے (۲۹)

آپؐ کو بھی دنیا سے اُٹھنا ہے اور وہ بھی یقیناً مرنے والے ہیں[2] (۳۰) پھر تم قیامت کے دن اپنے پالنے والے مالک کے سامنے جھگڑا کرتے ہوئے اپنا اپنا معاملہ پیش کرو گے[3] (۳۱) ع

ع ۳ ۱۷

وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۖ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (۲۹)
إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ (۳۰)
ع ۳ ۱۷ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ (۳۱)

---

[1] بقول ڈاکٹر اقبال :-
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

***

[2] رسول خداؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپؐ حق کے منکروں کے انکارِ حق پر زیادہ پریشان نہ ہوں۔ آپؐ کو بھی خدا کے پاس جانا ہے اور ان کو بھی۔ وہاں یہ اپنا کیا خود بھگتیں گے۔ (بحر)۔
اس طرح سب کو تعلیم دے دی گئی کہ دنیا میں کوئی بھی ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ حتیٰ کہ نبیؐ کو بھی دنیا سے جانا ہے۔
"ہم کیا رہیں گے جب نہ رسول خداؐ رہے"

***

[3] یہ جھگڑا کرنے والے مومن اور کافر بھی ہوں گے۔ ظالم اور مظلوم بھی ہوں گے جو خدا کے سامنے اپنا اپنا مقدمہ پیش کر رہے ہوں گے۔ (قرطبی)۔
پھر کافروں کو ان کے ہاتھ پشتِ گردن سے باندھ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (جلالین)۔ اور اس طرح وہ جہنم کی آگ سے خود کو ذرا بھی نہ بچا سکیں گے۔ (تبیان)

***

www.drhasanrizvi.org

محمد اقبال شمسی حنفیہ
ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے اس Holy Quran کے پارہ نمبر 23 وَمَالِیَ کو حرفاً حرفاً
بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اسکی کتابت اور متن میں
کوئی غلطی اور کمی بیشی نہیں ہے۔
دوران طباعت اگر کوئی غلطی یا کمی بیشی ہو جائے۔ یا زیر، زبر، پیش،
مد، جزم وغیرہ ٹوٹ جائے تو اسکی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔
حافظ حبیب اللہ ارشد سعیدی
منظور شدہ پروف ریڈر

www.drhasanrizvi.org

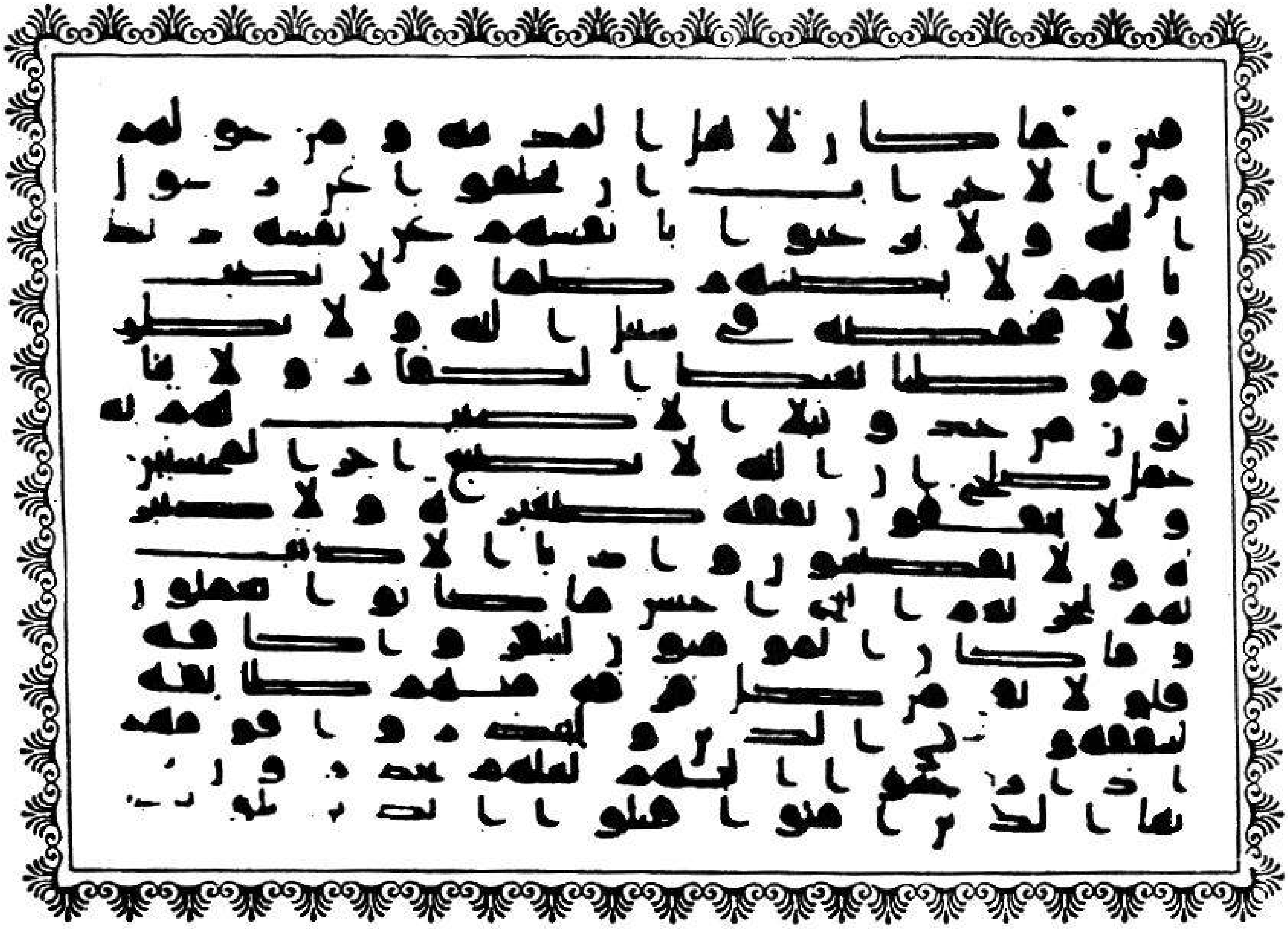

امام زین العابدین علیہ السّلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید

نزولِ قرآن کا مقصد اور عبادت کی حقیقت

○...... ''اور ہم نے قُرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

(القرآن: سورہ قمر: ۵۴۔ ۱۷)

○...... ''یہ (قرآن) بڑی برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اُتارا ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں''

(القرآن: سورہ ص: ۳۸۔ ۲۹)

○...... ''تلاوت بغیر تدبّر، غور و فکر کے نہیں ہوتی''

(الحدیث)

○...... ''عبادت یہ نہیں کہ تم کثرت سے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھے جاؤ اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاؤ۔ بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کے کاموں اور آیتوں پر غور و فکر کیا جائے۔''

(الحدیث)

○...... ''ایک گھنٹہ غور و فکر کرنا ستر (۷۰) سال عبادت کرنے سے بہتر ہے''

(الحدیث)

میزان فاؤنڈیشن

اِسلامک ریسرچ سینٹر

عائشہ منزل چوک، فیڈرل بی ایریا نمبر ۶ شاہراہِ پاکستان، کراچی

0345-2443358

0315-8200311, 0321-8475550, 0300-4496512

Email: mz.foundation@hotmail.com

کتبہ: سیّد جعفر صادق

Printed by System Graphics Karachi

ایڈیشن: 2012-13